امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 64/74 | مورخہ ۲۲/شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ مطابق ۴/مارچ ۲۰۲۴ء روز سوموار | شمارہ نمبر:10

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، یادوں کے چراغ
■ ملک وملت کی تعمیر میں مدارس......
■ بہار کے اوقاف کا مسئلہ
■ عوامی سطح پر اردو کا استعمال
■ اتحاد امت کی اہمیت وضرورت
■ فکری یلغار، فتنۂ ارتداد
■ طب وصحت، ہفتہ رفتہ

بین السطور

موجودہ منظر نامہ اور ہماری ذمہ داریاں

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

ہمارا ملک اپنی تاریخ کے بدترین دور سے گذر رہا ہے، دن بدن حالات خراب ہوتے جارہے ہیں، گائے کے تحفظ کے نام پر لوگوں کو مارا جارہا ہے، گائے کے علاوہ دوسرے جانوروں کے گوشت کھانے پر بھی آپ کی جان جاسکتی ہے، جب تک جانچ رپورٹ آئے گی، اس نام پر آپ کا قتل ہو چکا ہوگا۔ داڑھی ٹوپی اور شعائر اسلام اپنانے والوں کو راستہ چلتے طنز کے ساتھ بھدی بھدی گالیاں سننی پڑتی ہیں، راستہ گذرتے ہوئے آپ کو چڑھانے کے لیے ''بھارت ماتا کی جے'' کی آواز زور سے لگائی جاتی ہے، خواتین کی عزت وناموس سرعام لوٹی جارہی ہے، کسانوں کی حالت دردناک ہے، وہ خودکشی پر مجبور ہورہے ہیں، نوٹ بندی اور جی ایس ٹی کے نفاذ نے چھوٹے کاروباریوں پر زندگی تنگ کردی ہے اور کاروبار مندی کے دور سے گذر رہا ہے، کچے چمڑے لاتے لے جاتے لوگ ڈر رہے ہیں، جس کی وجہ سے بہت ساری ٹینریاں بند ہورہی ہیں، لاکھوں روپے کے چمڑے بلو کر کے گوداموں میں پڑے ہوئے ہیں، ان کا خریدار کوئی نہیں ہے، ٹکسٹائل ورکروں کی حالت ناگفتہ بہہ ہے۔ دلت ہندوؤں کی حالت انتہائی خستہ ہے اور وہ تحریک کی راہ پر چل پڑے ہیں، منی پور اور دارجلنگ میں گورکھا لینڈ والے سر اٹھارہے ہیں اور تیزی سے علاحدگی کی راہ پر بڑھ رہے ہیں، فرقہ پرستوں نے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں، فسادات کی آگ میں اچھی خاصی آبادی جھلس رہی ہے۔ ملک کی سرحدیں غیر محفوظ ہیں، ہمارے جوان مر رہے ہیں، نکسل وادیوں کے زور میں کمی نہیں آرہی ہے، بھوٹان سے متصل سرحد پر چینی افواج ہمیں آنکھیں دکھارہی ہیں اور دھمکیاں دے رہی ہے ٹرینوں کا سفر محفوظ نہیں ہے اب تک دو درجن سے زائد لوگ بے قصور مارے جاچکے ہیں، وزیر ریل اس صورت حال کو بدلنے کے لیے نہ کچھ کرتے ہیں اور نہ کچھ کہتے ہیں، فرقہ پرستوں کے حوصلے بلند ہیں اور وہ لو جہاد، گھر واپسی جیسے غیر ضروری اور غیر حقیقی نعروں سے مسلمان کو پریشان، ہراساں اور خوف زدہ کرنے میں لگے ہیں، وزیر اعظم ان موضوعات پر اپنی زبان کم ہی کھولتے ہیں، جس قدر کہا اس کا کوئی بھی اثر فرقہ پرستوں پر نہیں ہوا کیوں کہ وہ خوب جانتے ہیں کہ وزیر اعظیم کا کام ''نندا'' کرنا نہیں، قانون کے نفاذ کو یقینی بنانا ہے، اسی لیے ایک لیڈر نے یہاں تک کہہ دیا کہ ''تم مارتے رہے ہم نندا کرتے رہیں گے''، مذہبی اسفار بھی محفوظ نہیں ہیں، امرناتھ یاتریوں پر حملہ بھی آپ کو یاد ہی ہوگا، سات مرے، لیکن اگر سلیم نے مستعدی نہیں دکھائی ہوتی تو پینتالیس جانیں اور بھی جاتیں۔

ایک صاحب نے بہت صحیح تبصرہ کیا کہ ایک سلیم نے پینتالیس کو بچالیا اور پوری ٹرین کے مسافر مل کر ایک جنید کو نہیں بچا سکے، اس واقعہ سے مسلمان کس قدر اپنی ذمہ داریاں نبھاتا ہے اس کا اندازہ ہوتا ہے، سلیم ایک علامت بن گیا ہے، صحیح یہ ہے کہ مسلمان آخری حد تک ذمہ داری نبھاتا ہے، وہ ''روم'' جل رہا ہو تو ''نیرو'' کی طرح بانسری بجانے میں مگن نہیں ہوتا، وہ آخری وقت تک مورچہ سنبھالے رہتا ہے اور جب موت آتی ہے تو دنیا جانتی ہے کہ وہ آخری وقت اور آخری سانس تک ملک کا وفادار رہتا ہے۔

ان حالات میں ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں، ملک سے محبت کا تقاضہ ہے کہ ہم اس ملک کی سلمیت، قانون کے تحفظ اور اس کے نفاذ کے لیے ہر سطح پر کوشاں ہوں، ملک محفوظ اسی وقت رہے گا جب قانون کی بالادستی ہو، کسی کو بھی قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہ دی جائے، تحفظ گائے کے نام پر جن لوگوں نے خون خرابہ مچار کھا ہے، ان سے سختی سے نمٹا جائے، یہ کام حکومت کے کرنے کا ہے، عوام تو صرف ان کاموں میں مدد دے سکتی ہے، اور قانون توڑنے والوں کے خلاف ان اداروں کی مدد کرسکتی ہے جن کا کام لا اینڈ آرڈر کا تحفظ ہے۔

ہماری کا مطلب صرف مسلمان نہیں، اس ملک کے سارے باشندے ہیں اور اس میں ذات برادری، علاقہ، زبان مسلک ومشرب کی قید نہیں ہے، دوسری طرف ہر مذہب کے لوگ بھی جو اس ملک میں رہتے ہیں، یہاں کے شہری ہیں، ان سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس صورت حال کو بدلنے کے لیے آگے آئیں، خوشی کی بات ہے کہ ایک تنظیم Not in my name نے اس سلسلے میں پہل کی ہے، اور اس کے احتجاج اور مظاہرے کے بعد ہی وزیر اعظم نے اپنی زبان کھولی تھی۔

ہمارا ماننا ہے کہ اس ملک میں سیکولرزم اور جمہوریت کی جڑیں بہت مضبوط ہیں، بی جے پی کے دور حکومت میں اسے کمزور کرنے کی منظم کوشش ہورہی ہے، بحالیوں میں بھی آر ایس ایس سے وفاداری کو ملحوظ رکھا جارہا ہے، اس کے باوجود یہاں کی اکثریت گنگا جمنی تہذیب کی عادی ہے، ایک بڑا گروپ وہ ہے جسے ہم سائلنٹ گروپ کہہ سکتے ہیں، اس سائلنٹ گروپ کو جمہوری اقدار کی حفاظت کے لیے آگے لانے کی ضرورت ہے، دلتوں، آدی باسیوں اور اقلیتوں کا اتحاد بھی ان حالات کو بدلنے میں معاون ہوسکتا ہے، یہ ملک کے لیے انتہائی ضروری ہے، اقتدار اعلیٰ چونکہ فرقہ پرستوں کے ہاتھ میں ہے اس لیے یہ کام ذرا مشکل ہے، لیکن ہم اسے ناممکن نہیں کہہ سکتے۔

اس ملک میں مسلمان دوسری بڑی اکثریت ہے، ملک سے محبت، وفاداری کا تقاضہ ہے کہ ان حالات کو بدلنے کے لئے وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کریں کیوں کہ مسلمان ہی وہ امت ہے جس کے پاس اعلیٰ اخلاقی اقدار اور Moral Valus کا بڑا ذخیرہ ہے، اسے خیر کے کاموں میں تعاون کا حکم دیا گیا ہے اور گناہوں کے کاموں سے بچنے کی بات کہی گئی ہے، یہ بھلائی کا حکم دیتی ہے اور بُرائی سے روکنے کا کام کرتی ہے، اسی لیے یہ خیر امت ہے، وقت آگیا ہے کہ حالات کو بدلنے کے لیے ہم اپنی جدوجہد کا آغاز کریں۔

اس کے لیے سب سے پہلا کام انابت الی اللہ اللہ کی طرف رجوع کرنا، اس کے سامنے گڑگڑا کر حالات بدلنے کے لیے دعا کرنا، اس لیے کہ اصل قوت وطاقت کا مرکز ومحور اللہ رب العزت کی ذات ہے وہ چاہے تو پل میں سب کچھ ٹھیک کردے؛ کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن ہماری بداعمالی اور بے عملی نصرت خداوندی کے دروازے پر رکاوٹ بن گئی ہے، ہم اپنے اعمال کی اصلاح کریں، اللہ کا خوف ہمارے دل میں ہو اور ہماری تمام حرکات وسکنات احکام الٰہی اور ہدایت نبوی کے تابع ہو تو اللہ کی مدد آئے گی اور حالات کا رخ بدلے گا، لیکن اس کے لیے اپنا محاسبہ اور اپنے اعمال کا قبلہ درست کرنا ہوگا۔

دوسرا کام کرنے کا یہ ہے کہ غیر ضروری جوش سے گریز کیا جائے، فیصلے جوش کے بجائے ہوش اور اقدام جذباتیت کے بجائے عقلیت سے کیا جائے، غیر ضروری جوش سے ملت کو نقصان کے علاوہ کچھ نہیں ملا ہے، اس لیے ہر حال میں تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور آخری حد تک کوشش کرنی چاہیے کہ ناگوار واقعات سامنے نہ آئیں، ٹالرنس کا ماحول بنانے سے یہ کام آسان ہوگا۔

تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ ٹالنے کی ساری کوشش ناکام ہوجائے تو اقدام کے طور پر نہیں اپنی دفاع اور جان ومال، عزت وآبرو کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے، یہ ہمارا دستوری اور قانونی حق ہے، اس سلسلے میں ''وھن'' یعنی دنیا کی محبت اور موت کے خوف سے اوپر اٹھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے، یہ جدوجہد اتنی مضبوط ہو کہ فرقہ پرستوں اور دہشت گردوں کو منہ کی کھانی پڑے، وہ جان لیں کہ ہم گاجر، مولی نہیں ہیں، ایک موقع سے حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا تھا کہ فسادات اسی شکل میں رک سکتے ہیں، جب مارنے والے کو یقین ہو کہ ہمیں بھی مارا جاسکتا ہے۔ (لہو پکارے گا آستین کا)

ٹیپو سلطان شہید نے کہا تھا ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے''، صبر اور برداشت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنی زندگی کی بقا کے لیے کوشش نہ کی جائے اور خوف ایسا مسلط ہو کہ ہم ہاتھ پاؤں تو کیا زبان بھی نہ ہلا سکیں، ملک کے سابق صدر اے پی جے عبد الکلام نے ایک بار کہا تھا کہ ''طاقت وقوت کے ساتھ برداشت کام کی حکمت عملی نیز بے سروسامانی اور کمزوری کے ساتھ برداشت کا مطلب مجبوری ہے''۔

چوتھا کام یہ کرنا چاہیے کہ اسلام کی صحیح اور سچی تعلیمات لوگوں تک پہونچائی جائیں، غلط فہمیاں جو پھیلائی جارہی ہیں اس کو دور کرنے کے لیے عملی اقدام کیے جائیں، واقعہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں ہم مجرمانہ غفلت کے شکار ہیں، دعوت دین کے کام کو اس پیانے پر ہم نے کیا ہی نہیں، جس قدر اس کی ضرورت تھی، دعوت کا یہ کام ہمیں زبان وقلم سے بھی کرنا چاہیے اور عمل سے بھی، اسلام کی خوبیاں کتابوں سے کم اور عمل سے زیادہ سمجھ میں آتی ہیں، تھیوری جاننا ضروری ہے، لیکن جب تک وہ پریکٹیکل کے مرحلہ سے نہیں گذرے گا اس کی افادیت سامنے نہیں آسکتی۔

اس لیے ہم اپنے عمل سے اسلام کی حقانیت وصداقت واضح کریں، ہمیں شکوہ ہے کہ عوامی نمائندہ اداروں میں ہم تعداد میں بہت کم ہیں، اس لیے ہماری آواز نہیں سنی جاتی، لیکن جہاں ہماری آواز کا سنا جانا یقینی ہے، اور جہاں جانے سے ہمیں کوئی روک نہیں سکتا، وہاں ہماری نمائندگی کتنے فی صد ہے، ذہن نہیں منتقل ہوا ہو تو میں بتاتا چلوں کہ مساجد کی پنج وقتہ نمازوں میں ہماری تعداد کتنی ہے، یہ وہ در ہے جہاں سب بات سنی جاتی ہے، اور سب کی سنی جاتی ہے، لیکن اللہ کے دربار میں جانے اور اس سے اپنی مرادیں مانگنے، اپنی تکالیف کو دور کرنے کے لیے درخواست کرنے سے ہم کس قدر گریزاں ہیں، یہی وہ در ہے جہاں آبرو نہیں جاتی اور جہاں مانگنا ذلت نہیں، عبادت ہے، کاش مسلمان اس بات کو سمجھ لیتے۔

ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ فرقہ پرست طاقتوں کے مقابلے ہم شیشہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں، ذات پات، مسلک ومشرب اور دوسرے فروعی مسائل میں الجھ کر ہم منتشر ہوگیے ہیں، اس انتشار نے ہمیں انتہائی کمزور کردیا ہے، اس خول سے باہر آکر کلمہ کی بنیاد پر اتحاد کو فروغ دینا چاہیے، اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے، کفر الحاد کے تیر چلانے سے گریز کرنا چاہیے، بعض فرقے واضح طور پر اسلام سے الگ ہیں، جیسے قادیانی، اس سے ہمارا اختلاف اساسی اور ختم نبوت کے اسلامی عقیدہ پر مبنی ہے، لیکن جن فرقوں سے اختلافات فروعی ہیں، ان سے چھیڑ چھاڑ اور ان کے خلاف آواز بلند کرنا جس سے فرقہ بندی کو فروغ ہو، اسلام کے شایان شان نہیں، اللہ رب العزت نے جس اسلام کو اپنا دین قرار دیا ہے، وہ صرف اور صرف اسلام ہے، اسکے آگے پیچھے کوئی مضاف، مضاف الیہ نہیں ہے۔

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

استقبال رمضان

"فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ" تم میں سے جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے لازم ہے کہ وہ مہینہ بھر روزہ رکھے" (سورہ بقرہ)

مطلب: رمضان کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا ہے، عبادت کا مہینہ آرہا ہے، اس ماہ مبارک کے استقبال میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے لئے جنت کو سنوارتے اور سجاتے ہیں، جس طرح انسان دنیاوی زندگی میں کسی معزز مہمان کی آمد پر اپنے گھروں کو مزین کرتا ہے، رنگ وروغن اور صاف وصفائی کا اہتمام کرتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے لئے جنت کی زیبائش اور آرائش فرماتے ہیں تاکہ ان کا اعزاز واکرام کیا جاسکے، اس لئے مومنانہ شان یہ ہے کہ ہم اس نعمت کو حاصل کرنے کے لئے تگ ودو شروع کردیں، پابندی سے ایک ماہ کا روزہ رکھیں، پنج گانہ نمازوں کا باجماعت اہتمام کریں اور ذکروتلاوت سے اپنی زبان کو ہمیشہ تر رکھیں، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں صدابہار جنت کے بالاخانوں میں جگہ نصیب فرمائے، جہاں عیش وتنعم کی زندگی ہوگی، فرشتے سلام کریں گے اور مبارکباد دیں گے، یادرکھئے کہ چند گھنٹوں کی بھوک وپیاس کو برداشت کرکے ایک ماہ کی مدت گذار لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے، جب بندہ ہمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوا کرتی ہے اور مشکل آسان ہوجاتی ہے، کیونکہ ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسان معمولی اور عارضی فائدے کے لئے جسمانی مشقتیں برداشت کرتا ہے، گرمی اور سردی کی بھی پرواہ نہیں کرتا وہ مستقل حصول نفع کی جدوجہد میں لگا رہتا ہے تو کیا دائمی نفع کے لئے تھوڑی سی بھوک وپیاس کو برداشت نہیں کرسکتا، حضرت عبدالماجد دریابادیؒ نے لکھا کہ حکم کرنے والا حکم دیتا ہے، پیام لانے والا پیام سناتا ہے، آج تھوڑی سی بھوک اور پیاس، تھوڑا سا پرہیز اور ضبط نفس، آج کی تھوڑی سی تکلیف اور احتیاط کل لازوال نعمتوں، غیر محدود رحمتوں، بے حدوحساب لذتوں میں تبدیل ہوکر رہے گی، ڈاکٹروں اور طبیبوں کے مشورے سے، اپنے جسم کے درددکھ دور کرنے کی خاطر ہم مسہل لیتے ہیں، فاقے کرتے ہیں، فصد کھلواتے ہیں، کلوروفارم سونگھ کر بے ہوش ہوجاتے ہیں، آپریشن کراتے ہیں، روح کی پاکیزگی کی خاطر، مسرت دائمی کی غرض سے، سرور ابدی کے لئے، راحت سرمدی کے لئے چند گھنٹے کی بھوک پیاس کو برداشت کرنے، فجر سے غروب آفتاب تک خواہشات نفس کو قابو میں رکھنے پر آمادہ نہ ہونا، دنیا کے کسی آئین فروش، کسی شیوہ خرد، کسی قانون عمل کے موافق ہے (سچی باتیں) کاش ہم ان مبارک دنوں اور راتوں کی قدر کریں، ان کے حقوق ادا کریں، کیا خبر دوبارہ اس مہمان عزیز سے ہماری ملاقات ہو نہ ہو، پھر کیوں نہ جی بھر کے اس کا اعزاز واکرام کیا جائے اور اس کی برکات سے نفع اٹھایا جائے۔

عافیت کی دعا کیجئے

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا جائے، اس کے لئے رحمت کے تمام دروازے کھول دیئے گئے، اللہ کے نزدیک سب سے محبوب دعا یہ ہے کہ بندہ اس سے عافیت کی زندگی طلب کرے" (ترمذی شریف)

وضاحت: دنیاوی زندگی میں بہت سی چیزیں توفیق الٰہی سے ملتی ہیں جو انسان کے اندرونی جذبات اور کیفیات سے ظاہر ہوتی ہیں، کسی شخص کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہے، صحت وتندرستی کی بھی دولت ہے، مگر کسی نادار ومحتاج کے سر پر دست شفقت پھیرنے اور اس کی حاجت روائی کرنے کی توفیق سے محروم ہے، ایسے شخص کی دولت وتوانائی کاغذی گلدستہ کی مانند ہے جو دیکھنے میں تو بڑا خوشنما ہے، مگر خوشبو سے خالی ہے، ہاں جس کو ضرورت مندوں کی حاجت روائی کی توفیق ملی تو گویا اس نے اللہ کو راضی کرلیا، اب اللہ جل شانہ اس کے نتیجہ میں بہت سی بے بہا نعمتوں سے نوازتا ہے، اللہ سے توفیق کا مانگنا، عجز وانکساری کے ساتھ اس کے حضور اپنی ہتھیلیاں پھیلانا گویا اللہ کی عظمت وکبریائی کا اعتراف کرنا ہے، کیونکہ جب کوئی بندہ اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو پھر اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس کی جائز تمناؤں اور حاجتوں کو پوری فرماتا ہے، اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی پسندیدہ چیز نہیں، اللہ اپنے بندوں کی بات سنتے ہیں اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہیں، آپ نے چھوٹے بچوں کو دیکھا ہوگا کہ جب ماں اسکو مارتی ہے تو اس وقت بھی وہ ماں کی گود میں چپکا رہتا ہے، بلکہ اور زیادہ گھستا ہے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ میری ماں مجھے مار رہی ہے، کیوں؟ اس لئے کہ وہ بچہ یہ بھی جانتا ہے کہ ماں پٹائی تو کررہی ہے لیکن اس پٹائی کا علاج بھی اسی کے پاس ہے اور مجھے شفقت اور محبت بھی اسی کی آغوش میں مل سکتی ہے، اس لئے جب کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو یہ سمجھئے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اسی کی آغوش رحمت میں مجھے پناہ مل سکتی ہے، اسی کی طرف رجوع ہوں اور اخلاص وللہیت کے جذبے کے ساتھ امن وعافیت کی دعا کریں، ہر خوف کے جلوسے امن وعافیت کی بہاریں نمودار ہوتی ہیں، اس لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں، مومن اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے، بلکہ وہ آزمائش کے وقت بھی اپنے موقف اور عقیدہ پر قائم رہتے ہیں اور حالات کو انگیز کرکے مستقبل کی کامیابی کے امیدوار رہتے ہیں، یہ اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے کہ بندہ اپنے لئے قلبی سکون کی دعاء کرے، اگر سکون قلب حاصل ہوگیا تو بڑی نعمت مل گئی، کیونکہ تمام مصائب اور پریشانیوں کی جڑ ذہنی تناؤ ہے، اگر انسان اس انتشار ذہنی سے محفوظ ہوگیا اور عافیت کی زندگی مل گئی تو وہ کامیاب انسان ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** کا کثرت سے ورد کرے، یہ دعاء پریشانیوں اور بیماریوں کی دوا ہے، جس میں سب سے ہلکی بیماری فکر و پریشانی ہے، جس کے ورد سے زائل ہوسکتی ہے۔

جو بچتا ہو غموں سے آپ کا دیوانہ ہوجائے

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

یوم الشک کا روزہ

س: ۲۹ رشعبان کو اگر رمضان کا چاند نظر نہ آئے اور نہ ہی دوسرے ذرائع سے فی الوقت چاند کی کوئی اطلاع ہو تو اگلے دن روزہ کے سلسلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر کوئی شخص رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھتا ہے اور بعد میں رؤیت ثابت ہوجاتی ہے تو رمضان کا روزہ شمار ہوگا یا نہیں؟ اگر نفل یا دوسرے واجب روزہ کی نیت سے روزہ رکھتا ہے اور رؤیت ثابت ہوجاتی ہے تو وہ نفل یا واجب روزہ رمضان کے روزہ میں تبدیل ہوگا یا نہیں؟ اگر رؤیت ثابت نہیں ہوتی ہے تو وہ نفلی روزہ یا واجب روزہ ادا ہوگا یا نہیں؟ یا اس میں کوئی کراہت ہے؟ اگر نفل روزہ یا رمضان کے روزہ کی نیت سے روزہ رکھا اور رؤیت ثابت نہ ہونے کی صورت میں اس روزہ کو توڑ دیتا ہے تو کیا اس کی قضا لازم ہوگی؟ نیز اس دن روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں، بہتر کیا ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب ـــــــــــ وباللہ التوفیق

۲۹ رشعبان کو اگر رؤیت ہلال کے سلسلہ میں شک ہو کہ رؤیت ہوئی یا نہیں اور اس کی تحقیق نہ ہوسکے تو اگلا دن یوم الشک کہلائے گا، اس دن روزہ رکھنے کا شرعاً کیا حکم ہے اور اس دن کا روزہ ہوگا یا نہیں، اس کی مختلف صورتیں ہیں، تفصیلات درج ذیل ہیں:

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ یوم الشک میں رمضان ہی کی نیت سے روزہ رکھے، نفل یا کسی دوسرے واجب روزہ کی نیت نہ ہو تو اس طرح روزہ رکھنا شرعاً صحیح ہے؛ لیکن مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ رمضان کے علاوہ کسی دوسرے واجب روزہ مثلاً قضا، کفارہ اور نذر وغیرہ کی نیت سے روزہ رکھے تو اس طرح روزہ رکھنا بھی شرعاً صحیح ہے؛ لیکن مکروہ تنزیہی ہے۔ "والثانی أن ینوی عن واجب آخر وھو مکروہ أیضاً لماررویناإلا أن ھذا دون الأولیٰ فی الکراھۃ". (الھدایۃ: ۲۱۳/۱) "(ولوصامہ لواجب آخر کرہ)تنزیھاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۴۷/۳)

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وصف نیت میں تردد ہو، یعنی نیت یہ ہو کہ اگر رمضان کا ثبوت ہوگیا تو یہ روزہ رمضان کا ہوگا، ورنہ نفل، یا دوسرے واجب مثلاً: قضا، کفارہ، نذر وغیرہ کا ہوگا، تو اس طرح روزہ رکھنا بھی کراہت تنزیہی کے ساتھ درست ہوگا۔ "(قولہ: ویصیر صائماً مع الکراھۃ)لوردد فی وصفھا، الخ (قولہ: مع الکراھۃ)أی تنزیھیۃ لأن کراھۃ التحریم لایثبت إلا إذا جزم أنہ عن رمضان کما أفادہ الشارح سابقاً". (الدر المختارمع ردالمحتار: ۳۵۰/۳)

مذکورہ تینوں صورتوں میں اگر بعد میں تحقیق سے رمضان کے چاند کی رؤیت ثابت ہوگئی تو یہ رمضان کا شمار ہوگا اور اگر رؤیت ثابت نہ ہوسکی تو بھی روزہ صحیح ہوجائے گا؛ البتہ اگر وصف نیت میں تردد ہو تو واجب روزہ ادا نہ ہوگا؛ بلکہ وہ نفل روزہ ہوگا اور اس کا وجوب ذمہ میں باقی رہے گا۔ واضح رہے کہ مذکورہ سبھی صورتوں میں اگر رمضان ثابت نہ ہوا اور کوئی روزہ توڑ دے تو اس کی قضا لازم نہیں ہوگی؛ البتہ اگر کسی واجب کی قضا کی نیت ہو تو وہ واجب روزہ ادا نہیں ہوگا، اس کی قضا کرنی ہوگی۔ (ہدایۃ: ۲۱۳/۱۔۲۱۴)

۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ یوم الشک کی شب میں نیت کی کہ اگر کل رمضان کا ثبوت ہوگیا تو روزہ رکھوں گا؛ ورنہ روزہ نہیں رکھوں گا، اس نیت کے ساتھ روزہ رکھ بھی لیا اور رمضان کا ثبوت ہو بھی گیا، پھر بھی اصل نیت میں تردد ہونے کی وجہ سے اس کا روزہ شرعاً درست نہیں ہوگا، بعد میں رمضان کے ایک روزہ کی قضا لازم ہوگی۔ "(ولیس بصائم)لورددفی أصل النیۃ (نوی أن یصوم غداً إن کان من رمضان وإلا فلاصوم". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۴۹/۳)

۵۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ یوم الشک میں روزہ رکھا اور نیت رمضان یا کسی دوسرے واجب کی نہ ہو، بلکہ قطعی طور پر نفل ہی کی ہو تو اس طرح روزہ رکھنا بلاکراہت شرعاً صحیح ودرست ہے، اگر بعد میں رمضان کا ثبوت ہوجائے تو یہ نفل روزہ رمضان کا روزہ شمار ہوگا، بعد میں قضا کی ضرورت نہیں ہے اور اگر رمضان کا ثبوت نہیں ہوسکا تو نفلی روزہ شمار ہوگا، توڑ دینے کی صورت میں قضا لازم ہوگی۔ "وإن نوی التطوع فالصحیح أنہ لابأس بہ". (الفتاویٰ الھندیۃ: ۲۰۱/۱، ھکذا فی الھدایۃ: ۲۱۴/۱) "فإن ظھر أنہ من رمضان کان صائماً عنہ وإن ظھر أنہ من شعبان کان متطوعاً وإن أفطر کان علیہ القضاء لأنہ شرع ملتزماً، ھکذا فی فتاویٰ قاضیخان". (الفتاویٰ الھندیۃ: ۲۰۹/۱)

اس پانچویں صورت میں روزہ رکھنا تو بلاکراہت جائز ودرست ہے، البتہ بہتر کیا ہے، روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو ہفتہ میں کسی متعینہ دن مثلاً: سنیچر، اتوار، یا ہر مہینہ کے آخری ایام میں تین دن یا اس سے زیادہ روزہ رکھنے کا معمول اور عادت ہو اور یوم الشک انہیں ایام میں سے کسی دن پڑجائے تو ان لوگوں کے لیے یوم الشک میں روزہ رکھنا افضل وبہتر ہے، خواہ یہ معمول خواص کا ہو یا عوام کا۔ (الدرالمختار علی ہامش ردالمحتار: ۳۴۷/۳) اور اگر اس طرح کا معمول نہ ہو تو عوام بغیر کچھ کھائے پیئے اور بغیر روزہ کی نیت کے زوال (نصف النہار) تک چاند کے ثبوت کا انتظار کریں، اگر چاند کی تحقیق ہوجائے اور معلوم ہوجائے کہ آج رمضان کی پہلی تاریخ ہے تو روزہ کی نیت کرلیں، روزہ ادا ہوجائے گا، بعد میں قضا کی ضرورت نہیں ہے اور اگر اس وقت تک رمضان کی پہلی تاریخ کا ثبوت نہ ہوسکے تو پھر افطار کرلیں، روزہ رکھنے کی ضرورت نہیں ہے اور خواص (مفتی، قاضی) حضرات یوم الشک میں بہ نیت نفل روزہ رکھ لیں، چاند کے ثبوت وعدم ثبوت کا انتظار نہ کریں، البتہ اپنے روزہ کا اظہار عوام کے سامنے نہ کریں؛ تاکہ عوام رمضان کا روزہ سمجھ کر رکھنا نہ شروع کردیں جو شرعاً ممنوع ہے۔ (ردالمحتار: ۳۴۸/۳۔۳۴۹) واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 64/74 شمارہ نمبر 10 مورخہ ۲۲؍شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ مطابق ۴؍مارچ ۲۰۲۴ء روز سوموار

استقبال رمضان

ایک ضعیف روایت کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جمادی الثانی کے گزرنے اور رجب المرجب کا چاند طلوع ہوتے ہی رمضان المبارک کی تیاری شروع فرماتے اور دعا کرتے ''کہ اے اللہ رجب وشعبان میں برکت دے اور رمضان المبارک تک ہمیں پہونچادے (اللھم بارک لی فی رجب وشعبان وبلغنی رمضان) اس کے ساتھ رجب ہی سے روزانہ کے معمولات میں اضافہ ہوجاتا، شعبان آتا تو کثرت سے روزے رکھتے، اور ایسی کثرت ہوتی کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ گمان ہوتا کہ رمضان المبارک کے روزوں سے ملادیں گے، اسی پس منظر میں یہ بھی فرمایا کرتے کہ شعبان میرا مہینہ ہے، یعنی روزے اللہ نے اس مہینہ میں فرض نہیں کئے؛ لیکن مجھے وہ عمل پسند ہے جو اللہ کی طرف سے رمضان میں فرض ہے، شعبان کی پندرہ شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کا خصوصی اہتمام فرماتے، اس رات میں خود اللہ رب العزت کی طرف سے رمضان کے آنے کے قبل ایسے انعامات اور فیوض وبرکات کا اعلان ہوتا ہے کہ بندے میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رمضان کی آمد آمد ہے۔ اس رات اللہ تعالی کی رحمتوں کا نزول سورج غروب ہونے کے بعد سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔ منادی آواز لگا تا رہتا ہے کہ کوئی بخشش طلب کرنے والا ہے جسے میں بخش دوں، ہے کوئی رزق طلب کرنے والا جس پر رزق کے دروازے کھول دوں، پھر رمضان میں جو مغفرت کا اعلان عام ہوتا ہے اس سے قبل ہی بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر پندرہ شعبان کی شب میں گنہگاروں کی مغفرت کردی جاتی ہے، اتنی کثرت سے مغفرت ہی کی وجہ سے اسے لیلۃ البراءۃ کہا جاتا ہے۔

مفسرین کی ایک رائے یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس رات میں قرآن کریم کے نزول کا فیصلہ کیا، جس کی تنفیذ شب قدر میں ہوئی؛ گویا جس طرح موسم بہار کی آمد سے قبل آثار وقرائن بتاتے ہیں کہ باد بہاری چلنے والی ہے اور صبح کی سفیدی روشن دن کے آنے کی خبر دیتی ہے، اسی طرح اللہ رب العزت اس ماہ مبارک کے آنے سے قبل ہی اس کے فیوض وبرکات کے ایک حصہ کا آغاز شعبان سے کردیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی تیاریوں میں مشغول رہتے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی اجمعین کے سامنے رمضان المبارک کی عظمت واہمیت بیان فرماتے۔ پھر جب شعبان کے آخری ایام آتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم استقبال رمضان پر تقریر فرماتے اور لوگوں کو خیر کے کاموں کی طرف ابھارتے۔

اس موقع سے آپ کی تقریر جو حضرت سلمان فارسی کے حوالے سے احادیث کی کتابوں میں مذکور ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگو! ایک باعظمت مہینہ آپہونچا ہے یہ ماہ رمضان ہے۔ اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کریگا اس کا ثواب فرض کے برابر اور فرض ادا کریگا تو اس کا ثواب ستر فرض کے برابر ملے گا، جو روزہ دار کو افطار کرائے گا وہ جہنم سے خلاصی پائے گا۔ اور اسے روزہ دار کے بقدر ثواب ملے گا، جب کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور یہ ثواب محض ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرانے پر بھی ملے گا۔ اور اگر کسی نے روزہ دار کو پیٹ بھر کھانا کھلا دیا تو حوض کوثر سے ایسی سیرابی ہوگی کہ جنت میں داخلے تک پیاس نہیں لگے گی اور جنت بھوک پیاس کی جگہ نہیں ہے، فرمایا: اس ماہ کا پہلا حصہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا دوزخ سے آزادی کا ہے۔ اللہ تعالی اس ماہ میں اپنی خاص رحمت سے ایسا انتظام کرتے ہیں کہ شیطان بندوں کو گمراہ نہ کرسکے، اور بُرائی پر آمادہ کرنے سے باز آجائے؛ اس لئے جنات اور سرکش شیاطین کو پابند سلاسل کردیا جاتا ہے۔ جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے پورے ماہ کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور منادی خدا کی طرف سے آواز لگاتا ہے کہ خیر کے طالب آگے بڑھو اور شر کی طرف مائل لوگو رک جاؤ، باز آؤ، اتنے اہتمام کے باوجود اگر کوئی مسلمان اس ماہ سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور جنت کے حصول کے سامان نہیں کرتا تو بدبختی اور شقاوت کی انتہا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بددعا کہ جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور اپنی مغفرت نہ کروالے اس پر آمین کہا ہے، ایک حضرت جبرئیل کی بددعا، اور دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا، ایسے لوگوں پر لعنت ہی لعنت کا کھلا اعلان ہے۔

یہ تمام انعامات اور فیوض وبرکات اس ماہ میں نزول قرآن کی وجہ سے ہیں، اس لیے اس ماہ مبارک کا حق یہ ہے کہ تلاوت قرآن کی کثرت کی جائے، تراویح میں قرآن سننے سنانے کا اہتمام کیا جائے، تہجد میں رات گذاری کی جائے اور ہر لمحہ کو قیمتی سمجھ کر ذکر، اذکار اور وظائف میں مشغول رہا جائے، روزہ کا ایسا اہتمام کیا جائے جو شریعت کو مطلوب ہے، اور جس سے تقوی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، جو روزہ کا اصل مقصد ہے، روزہ صرف کھانے پینے اور شہوانی خواہشات سے پرہیز تک محدود نہ رکھا جائے، بلکہ آنکھ، دل، دماغ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، اور سبھی اعضاو جوارح کا روزہ رکھا جائے، آنکھ غلط چیزوں کو نہ دیکھے، دل گناہوں کی طرف مائل نہ ہو، دماغ خدا کے احکام کے خلاف نہ سوچے، کان غلط نہ سنے، زبان غیبت، چغل خوری، جھوٹ، طعن وتشنیع اور گالی گلوج سے محفوظ رہے، اعضاو جوارح خدا کی مرضیات پر لگ جائیں، ایسا روزہ دراصل روزہ ہے، بندہ جب ایسا روزہ رکھتا ہے تو اللہ خود اس کا ہوجاتا ہے، اور اللہ دلوں کے احوال جانتا ہے، اس لیے اجر وثواب کا ضابطہ ایک دس کا یہاں نہیں چلتا، بلکہ جس نے اللہ کے لئے روزہ رکھا ہے، اللہ ہی اس کا بدلہ دیں گے پھر چونکہ یہ غم گساری کا بھی مہینہ ہے؛ اس لیے جہاں کہیں بھی رہے، جس کام میں لگا ہوا ہے۔ اس میں اس کو ملحوظ رکھے، حسب استطاعت غربا کے خورد ونوش اور محتاجوں کی ضروریات کی کفالت کا بھی نظم کرے کہ یہ بھی روزہ کے مقاصد میں سے ایک ہے ہم لوگ جنہیں اللہ تعالی نے خورد ونوش کی سہولتیں دے رکھی ہیں اور بھوک پیاس کی تکلیف کا احساس پورے سال نہیں ہوتا، بلکہ شادی اور دیگر تقریبات میں کھانے پینے کی اشیاء کو ضائع کرتے ہیں، انہیں روزہ میں جب بھوک پیاس لگے تو ان کے اندر یہ احساس جاگنا چاہئے کہ سماج کے دبے کچلے لوگ جن کے گھر چولہا بڑی مشکل سے جلتا ہے۔ اور کئی بار فاقہ میں رات گذر جاتی ہے، کس قدر پریشانیاں محسوس کرتے ہوں گے، اس وجہ سے اکابر نے اس بات پر زور دیا کہ افطار اور کھانے میں تلافی مافات کی غرض سے اتنا نہ کھالے کہ روزہ رکھنے سے جو شہوانی قوت میں تھوڑی کمی آئی تھی وہ جاتی رہے اور سحری میں اس قدر نہ کھالے کہ دن بھر بھوک پیاس کا احساس ہی نہ ہو۔ اس ماہ میں مدارس کے اساتذہ اور اکابر علماء، ادارے تنظیموں اور مدارس کی فراہمی مالیات کے لئے کوشاں اور متفکر ہوتے ہیں۔ ان کا اکرام کیا جائے، اور محسوس کیا جائے کہ وہ امراء پر احسان کرتے ہیں کہ ان کی زکوۃ بروقت مناسب جگہ پہنچ جاتی ہے، اس لئے جھڑک کر اور بار بار انہیں دوڑا کر اپنے عمل کو ضائع نہیں کرنا چاہیے اس سے علماء کی بے وقعتی بھی ہوتی ہے اور ثواب بھی ضائع ہوتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ پورے ایمانی قوت سے رمضان المبارک کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو وافر حصہ عطا فرمائے اور اسے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین۔

مسائل ہی مسائل

ملت اسلامیہ کو اس وقت بے پناہ مسائل کا سامنا ہے یہ مسائل داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی، بہت سارے مسائل کا حل خود ہمارے پاس موجود ہے اور ہم ان سے نمٹ سکتے ہیں، لیکن اس کے لیے عزم راسخ اور اوالوالعزمی کی ضرورت ہے، جو مسائل سرفہرست ہیں؛ ان میں دین بیزاری اور ہماری بے عملی اور بد عملی سب سے بڑا مسئلہ ہے، نئی نسل جس تیزی سے دوسری تحریکوں اور افکار سے متاثر ہو رہی ہے یہ ہمارے لیے ایک چیلنج ہے اور اس کی وجہ سے ہمارے بچے بڑی تعداد میں اسلام سے دور ہوتے جارہے ہیں، گھروں میں نماز، قرآن کا چرچا باقی نہیں رہا، جمعہ کی نماز بھی دو رکعت تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ سنتوں کا اہتمام نہیں، اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ گارجین حضرات خود بھی اسلام پر عمل کریں اور اپنے بچوں میں بھی ذوق پیدا کریں، علماء وصلحاء کی صحبت اختیار کریں، تا کہ اس کے مفید اور مثبت اثرات دل ودماغ پر پڑیں، اور شیطانی حربے ناکام ہوجائیں، اس ضمن میں اسلامی تہذیب وثقافت سے دوری کو بھی رکھا جاسکتا ہے، کتنے گھروں کی آرائش وزیبائش اور سجاوٹ میں اسلامی انداز کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اور ہماری وضع قطع کس قدر اسلامی تہذیب وثقافت سے میل کھاتی ہے، وہ ہم سب جانتے ہیں۔

دوسرا مسئلہ ہماری جہالت کا ہے، وہ امت جو تعلیم وتعلم کے نام پر اٹھائی گئی اور جس مذہب میں تعلیم کو فرض قرار دیا گیا، اس امت کے بچے تعلیم سے بے بہرہ ہوں تو کتنے افسوس کی بات ہے، وہ امت جس کے نبی نے انما بعثت معلما کہہ کر اپنا تعارف کرایا اس کے نونہال زری کے کارخانوں میں مزدوری، ہوٹلوں میں بیڑے کا اور کچڑے کے ڈھیر سے کچڑے چننے کا کام کریں، یہ ہمارے لیے شرم کی بات ہے۔ اس مسئلہ پر دیہاتوں سے لے کر شہروں تک بیداری آئی ہے اور تیزی سے تعلیمی ادارے کھل رہے ہیں، لیکن اب بھی یہ ہماری تعداد کے اعتبار سے کم ہیں، جو ادارے معیاری ہیں ان کی فیس اتنی لمبی ہے کہ عام مسلمانوں کی پہنچ ہی وہاں تک نہیں ہوسکتی، لے دے کر تھوڑا بہت مدارس والے بچائے ہوئے ہیں تو وہاں کی تعلیم کو معاشی سرگرمی کے لیے مفید نہیں سمجھا جاتا ہے اس لیے پڑھنے والے بچوں میں صرف چار فی صد ہی ادھر کا رخ کر پاتے ہیں، ضرورت ہے کہ جگہ جگہ مکاتب سے لے کر اعلیٰ تعلیم کے معیاری ادارے قائم کیے جائیں اور فیس وغیرہ ایسی رکھی جائے کہ اسکول کا نظام بھی صحیح ڈھنگ سے باقی رہے اور گارجین پر زیادہ بوجھ بھی نہ پڑے۔

تیسرا مسئلہ ہماری معاشی واقتصادی کمزوری کا ہے، بڑی تعداد میں مسلمان مفلسی اور پسماندگی کی زندگی گزار رہے ہیں اور یہ دلتوں سے بھی گئے گزرے ہیں، اس کے لیے سرکاری سطح پر نوکری کی تلاش کے ساتھ نوجوانوں کو ٹیکنیکل تعلیم دینی ہوگی تا کہ وہ آسانی سے اپنی معاشی پسماندگی کو دور کرسکیں، دوسری صورت تجارت سے جڑنے کی ہے خواہ وہ چھوٹی گھریلو صنعت ہی کیوں نہ ہو۔ پونجی کے لیے بہت ساری اسکیموں سے فائدہ اٹھانے کا مزاج بنانا ہوگا، کچھ لوگوں کو اس کام کے لیے تیار ہونا ہوگا کہ وہ سرکاری اسکیموں کی اطلاع عوام تک پہنچانے کا کام کریں، اور لوگوں کی مدد کے لیے آگے آئیں۔

چوتھا بڑا مسئلہ جمہوری اداروں میں نمائندگی کا ہے، آزادی کے بعد سے مسلسل پارلیمنٹ، اسمبلی اور مقامی جمہوری اداروں میں ہماری نمائندگی کم ہوتی جارہی ہے، اس کی بڑی وجہ سیاسی پارٹیوں کا رویہ ہے۔ وہ مسلمانوں کو ووٹ بینک کی طرح استعمال کرتے ہیں اور بعد میں وہ اس مظلوم اقلیت کو بھول جاتے ہیں، پارٹیوں میں جو ہمارے لیڈران ہیں وہ بھی پارٹی کے وفادار زیادہ اور ملت کے وفادار کم ہوتے ہیں، انھیں ہر وقت یہ خطرہ رہتا ہے کہ انھیں کوئی کومنل (Communal) نہ کہہ دے، اس ڈر سے وہ بہت سارے جائز کام بھی مسلمانوں کا کرنے سے گریز کرتے ہیں، ہمیں اس صورت حال کو بدلنا ہوگا، پارٹی نظریات سے اوپر اٹھ کر ملت کے مفاد کے لیے سوچنا ہوگا۔ مسلم رائے عامہ کو اس کے لیے بیدار کرنا ہوگا تا کہ مسلم ووٹوں کو منتشر ہونے سے بچایا جاسکے، اس کے لیے ملی تنظیمیں جو لائحۂ عمل بنائیں اور جن بنیادوں پر ووٹ دینے کی تجویز رکھیں ان پر اعتماد کرتے ہوئے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے اکابر کی نگاہیں دور رس ہیں اور یقیناً ان کی جانب سے جو تجویز آئے اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تا کہ جمہوری اداروں میں مسلمانوں کی نمائندگی زیادہ سے زیادہ ہوسکے۔

پانچواں مسئلہ زبان کی حفاظت کا ہے، یقیناً زبان کسی مذہب کی خاص نہیں ہوتی، اردو بھی یقینی طور پر مشترکہ زبان ہے؛ لیکن مسلمانوں کا بڑا علمی سرمایہ اس میں محفوظ ہے، اس معاملہ میں سرکاری سطح پر بھی توجہ کی ضرورت ہے اور داخلی سطح پر بھی ہمیں اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ہمارے بچے اردو پڑھیں، ہمارے گھروں میں دوسری زبانوں کے اخبارات ورسائل کے ساتھ اردو کے اخبارات ورسائل بھی خرید کر پڑھے جائیں، ہماری خط وکتابت کی زبان اردو ہو، میں نے کہیں پہلے بھی لکھا ہے کہ اردو کی لڑائی ہم اپنے گھروں میں ہار گئے ہیں، ہمیں اس طرف خصوصیت سے توجہ دینی ہوگی۔

ایک بڑا مسئلہ بلکہ داخلی مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ آپسی اختلافات کا ہے، چھوٹے چھوٹے اور فروعی مسائل میں مسلمان شدید اختلافات کا شکار ہیں، نماز نہیں پڑھتا لیکن آمین بالجہر والسر پر لڑے گا، درود شریف کا ورد نہیں کرے گا؛ لیکن کھڑے ہو کر اور بیٹھ 3 کر پڑھنے پر لاٹھیاں نکل آئیں گی، ہمیں اس صورت حال کو بدلنا ہوگا، کلمہ کی بنیاد پر اتحاد پیدا کرنا ہوگا، اسی طرح ذات پات کی لعنت سے بھی ہمیں پیچھا چھڑانا ہوگا، نہ انفرادیت اور نہ فرقہ بندی، ایک امت اور ایک جماعت بن کر زندگی گزارنا، اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور کلمہ کی بنیاد پر اتحاد، ہماری طاقت کا محور ومرکز ہے۔ ہمیں ہر حال میں اس ہدف کے لیے کوشش کرتے رہنا چاہئے اور ہر قیمت پر کرنا چاہئے۔ ان کے علاوہ مختلف موقعوں سے ہونے والے فسادات، محکمہ پولیس کی طرف سے مسلمانوں کو ہراساں کرنے کی کوشش، بے گناہ نوجوانوں کو پکڑ کر جیل کی سلاخوں میں ڈالا جانا، عدالت کی طرف سے مسلم پرسنل لاء میں بار بار مداخلت، سرکاری ملازمتوں سے انھیں دور رکھنے کی منظم کوششیں، ہجومی تشدد کے ذریعہ مسلمانوں کا قتل یہ ملت کو درپیش چند مسائل ہیں، جنہیں اشاروں کی زبان میں بیان کیا گیا ہے، ان مسائل کو سامنے رکھ کر امیر شریعت مدظلہ کی ہدایت پر امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے ۲؍مارچ ۲۰۲۴ء روز سنیچر کو المعہد العالی گراؤنڈ میں ''موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داریاں'' کے عنوان سے کانفرس منعقد کیا ہے، ان شاء اللہ اس کے مثبت نتائج مرتب ہونگے۔

Scanned with CamScanner

تعلیم کے لئے طلبہ کا بیرونی ریاستوں کا سفر؛ مسائل ومشکلات

نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی

تعلیم وتربیت کے نام پر نونہالان قوم اور ملت کے معصوموں کو بے ترتیب باہر لے جانا مدارس کی بدنامی کا سبب بن رہا ہے۔انجام سے بے پرواغریب گارجین اپنے بچوں کو صرف اس لالچ میں باہر بھیج دیتے ہیں کہ وہ علم دین حاصل کر کے لوٹیں گے،گزشتہ چند برسوں میں نوخیز اور کم عمر بچوں کو خوشحال ریاستوں میں بھیجنے کا تماشہ زیادہ ہو گیا ہے،نہ چاہ کر بھی میں تلخ کلامی کر رہا ہوں؛ کیونکہ جب زخم ناسور بن جائے تو اس پر نشتر چلانا ناگزیر ہو جاتا ہے،پہلے ایسا ہوتا تھا کہ بالغ،باشعور اور عربی درجات کے طلبا اعلیٰ تعلیم کے لئے اپنے علاقے سے باہر جاتے تھے؛لیکن حال کے برسوں میں عجیب تماشہ دیکھنے کو مل رہا ہے،مسلمان دور دراز کے مختلف شہروں میں اپنے لخت جگر کو بھیج رہے ہیں،انجام سے لا پروا کرتا پائجامہ اور ٹوپی پہنے نوعمر بچوں کی الگ الگ ٹولیاں بس اسٹینڈ،ریلوے اسٹیشن اور عوامی مقامات پر بیگ اور بکس اٹھائے منزل کی جانب جاتے دکھائی دیتے ہیں،کثیر تعداد میں ایک ساتھ چھوٹے اور نابالغ بچوں کو لے کر سفر کرنا،ان کی نقل وحرکت اور مایوسانہ نشست وبرخاست پہلی نظر میں ظاہر کرتا ہے کہ یہ انسانی اسمگلنگ اور ہیومن ٹریفکنگ کا معاملہ ہے،چہروں سے جھلک رہی مایوسی اور کپڑوں سے چھلک رہی غربت کو محسوس کر کے سرکاری افسران،پولیس کا عملہ،حقوق انسانی کمیشن،چائلڈ لیبر مخالف دستہ اور بچپن بچاؤ تنظیم کے کارندے یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ معصوم بچوں کو ان کے وطن سے بندھوا مزدور بنا کر بڑے شہروں میں لے جایا جا رہا ہے،ان کو لے جانے والے اساتذہ کا بار بار ڈانٹ ڈپٹ کران پر رعب جمانا سرکاری ایجنسیوں کے شک کو یقین میں بدل دیتا ہے،جس کی وجہ سے ان کو ٹرینوں اور بسوں سے اتار لیا جاتا ہے اور انہیں پریشانیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

کرتا پائجامہ اور ٹوپی والوں کو ہراساں کرنے کے بہانے تلاش کرنے والے سرکاری اہلکاروں کو؛علماء اور اہل مدارس کا یہ عمل گرفتاری کا جواز فراہم کر رہے ہیں۔گرفتاری کے بعد متعصب میڈیا طوفان کھڑا کر دیتا ہے۔اس کو مسلمانوں اور مدارس کو بدنام کرنے کا ایک موضوع ہاتھ لگ جاتا ہے اور پھر وہ بریکنگ نیوز بنا کر پیش کرتے ہیں اور پرائم ٹائم میں اس پر مباحثہ شروع کر دیتے ہیں۔طلبا کو لے جانے والے علماء کو ماسٹر مائنڈ کہہ کر،طلبا کی تصویریں ایسے وائرل کرتے ہیں گویا وہ دہشت گرد اور بم بلاسٹ کے مجرمین ہوں۔جب تک سچائی سامنے آتی ہے اس وقت تک کافی دیر ہو چکی ہوتی ہے۔مدارس اور مسلمانوں کو جتنا بدنام کرنا مقصد ہو اس میں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پولیس ان معصوموں کو بچہ مزدوری کے شک میں گرفتار کرتی ہے اور گاڑیوں میں بھر کر لے جاتی ہے۔ان کا مقصد تفتیش کرنا ہوتا ہے،وہ یہ یقینی بنانا چاہتے ہیں مستقبل کے ویر سپوتوں کو کوئی غلط کام کے لئے تو نہیں لے جایا جا رہا ہے؟ دراصل وہ ان کو تحفظ فراہم کرنا چاہتے ہیں۔عوامی مقامات پر ان کی چوبیس گھنٹے ڈیوٹی رہتی ہے،وہ بلا تفریق مذہب اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔

ماضی پر نظر ڈالیں تو چند سال قبل تک صرف بالغ اور ذی ہوش طلبہ کو ہی باہر دور دراز کے شہروں میں حصول علم کے لیے بھیجا جاتا تھا۔عربی درجات کے طلبا ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے دوسری ریاستوں کا رخ کرتے تھے۔تقریباً گزشتہ ایک دہائی سے ایک نئی چیز دیکھنے کو مل رہی ہے۔مالدار ریاستوں کے مدارس میں مقامی طلبا کا رخ کم ہوتا جا رہا ہے،نظماء حضرات معمول کے مطابق مدارس چلانے کیلئے پسماندہ ریاستوں کے طلبا اور اساتذہ پر منحصر ہوتے جا رہے ہیں۔اس کے لئے اساتذہ کو اس بات کا پابند بناتے ہیں کہ سالانہ طویل چھٹی کے بعد شوال میں وہ اپنے ساتھ پچیس پچاس طلبا کو بھی لے کر آئیں۔اس کے لئے اساتذہ کو مامور کیا جاتا ہے،انہیں کرایہ اور خرچ کی شکل میں رقومات دی جاتی ہیں۔رمضان کی مالی فراہمی کے بعد شوال میں یہ اساتذہ اپنے علاقے میں بچوں کے چندہ کے لئے نکل پڑتے ہیں۔گارجین اور والدین کو آمد ورفت کے کرایے کے ساتھ ہر طرح کی سہولت اور مراعات فراہم کرنے کا لالچ دیا جاتا ہے۔بہتر کھانا،عمدہ رہائش،مناسب علاج،معیاری تعلیم اور دیگر سہولیات دینے کا آفر کیا جاتا ہے۔ایسے میں گاؤں اور دیہات کے فاقہ کش اور غریب ونادار والدین جھک جاتے ہیں اور اپنے جگر گوشوں کو خود سے الگ کرنے اور دور بھیجنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں،جب کہ یہ ایسے بچے ہوتے ہیں جنہیں نہ کپڑا دھلنے کا سلیقہ ہوتا ہے،نہ ناک صاف رکھنے کا ڈھنگ۔

بچوں کو بطور چندہ لانے کا یہ مہلک مرض ان اداروں میں زیادہ ہو گیا،جو بڑے شہروں میں کرایے کے ایک یا دو کمرے میں چلتے ہیں،مکاتب نما ان اداروں کو جامعہ اور دارالعلوم کا نام دیا جاتا ہے۔یہاں نہ تعلیم کا درست انتظام اور نہ تربیت کا کوئی اہتمام ہے۔بچہ لانے والوں کو ایک ایک بچے پر دو سے چار ہزار روپے دیا جاتا ہے۔باضابطہ مول تول ہوتی ہے اور ڈیمانڈ کیا جاتا ہے۔ان گنہگار آنکھوں نے ایسے کئی ادارے دیکھے ہیں جو شخصی اور ذاتی طور پر چلائے جا رہے ہیں۔یہ کردار نہ صرف علما برادری کو بدنام کر رہا ہے،بلکہ بڑے مدارس کے بجٹ میں بھی سینده لگا رہا ہے،مستحق ادارے مالی اعتبار سے کمزور ہو رہے ہیں،قرض کا بوجھ بڑھتا جا رہا ہے،ان کے اساتذہ کو کئی کئی ماہ تنخواہیں نہیں مل پاتیں۔بڑے شہروں اور ترقی یافتہ ریاستوں میں بچہ لانے کا یہ عمل ایک دھندہ کی شکل اختیار کر چکا ہے اور یہ دینی تعلیم کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

رواں برس بہار کے بیگوسرائے،داناپور،پٹنہ میں مدارس کے طلبا ٹرین سے اتار لئے گئے،ان کو لے کر سفر کرنے والے اساتذہ کا چالان کر کے جیل میں ڈال دیا گیا،بچوں کو چائلڈ ہوم بھیج دیا گیا۔کم وبیش کچھ اسی طرح کا معاملہ بنگلور،حیدر آباد،کولہاپور،مہاراشٹر اور تمل ناڈو میں بھی پیش آیا۔ایسا پہلی بار نہیں ہوا ہے کہ مدارس کے بچے حراست میں لئے گئے ہیں،گزشتہ برسوں میں بھی یہ ہوا ہے،حیرت اس بات کی ہے کہ علماء نے یہ کونسا نیا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔علماء اور ارباب مدارس کا یہ عمل دینی اداروں کے خلاف پروپیگنڈے کا ماحول اور موقع فراہم کر رہا ہے اور مدارس بدنام ہو رہے ہیں۔آج کے اس پرآشوب ماحول میں اداروں کے سربراہوں اور نظماء کو احساس کرنا چاہیے کہ انہوں نے مدرسے نہیں بدنامی کی دکانیں کھول رکھی ہیں۔

سب سے پہلے والدین اور گارجین حضرات سے کہنا چاہوں گا کہ جو نوعمر بچے دینیات،حفظ اور ابتدائی عربی درجات پڑھنے کے خواہش مند ہیں،ان کے لئے ہر علاقے میں دینی تعلیم وتربیت کا نظم ہے تو پھر آپ اپنے جگر گوشے کو نظروں سے دور کیوں کرتے ہیں۔ملک کے سلگتے ماحول میں ان کے لیے دور کا سفر محفوظ نہیں ہے،اس لئے اپنے بچوں کو مقامی مدارس میں ہی داخل کرائیں،البتہ جب وہ بڑے ہو جائیں تو اعلیٰ تعلیم کے لیے دور دراز کے مدارس میں بھیج سکتے ہیں۔اس کے باوجود اگر باہر بھیجنے کی ضد ہی ہے تو اپنے بچوں کو خود لے کر جائیں،کسی دوسرے کے ساتھ بھیجنا ہو تو ان کو اتھارٹی لیٹر دیں ”جس میں اس بات کی وضاحت ہو کہ وہ بحیثیت گارجین اپنے بچوں کو اپنی مرضی سے فلاں صاحب کے سپرد،فلاں مدرسہ میں تعلیم کے لیے بھیج رہے ہیں“۔قدیم طلبا مدرسہ کے مکمل کاغذات،آئی کارڈ کے ساتھ سفر کریں تاکہ چیکنگ وغیرہ کے وقت بتا سکیں کہ وہ فلاں مدرسہ پڑھنے جا رہے ہیں۔اسی طرح ایک شخص کے ساتھ زیادہ بچوں کو نہ بھیجیں۔اس سے پولیس کو شک پیدا ہوتا ہے پھر بچے اور ان کو لے جانے والے دونوں مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

چند معروضات شمالی ہند کی پسماندہ ریاستوں کے ارباب مدارس سے بھی کہ آپ مہمانان رسول ﷺ کے لئے معیاری تعلیم کے ساتھ مناسب کھانا،رہائش اور دیگر سہولیات کا انتظام کریں۔قوم وملت کی رقومات کو تعمیر سے زیادہ تعلیم پر خرچ کریں،طلبا کی سہولت کا خیال رکھیں۔علماء اور ارباب مدارس آنکھیں کھولیں،ارد گرد کو دیکھیں اور حکمت عملی کے ساتھ آگے بڑھیں۔یہ بچے ملک وملت دونوں کی امانت ہیں ہمیں مشکل حالات میں سب کچھ بچا کر آگے بڑھنا ہے،ہماری صلاحیت،ایمانداری،ہمت اور حوصلہ کے امتحان کا وقت ہے۔

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

کتابوں کی دنیا

✍: محمد شاہد محمود پوری

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

”آئینہ منصوبہ“ سرکاری منصوبوں کی تفصیلات-ایک تعارف

کسی ملک یا قوم کی ترقی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ ترقی کے مواقع سے پوری طرح باخبر ہوں۔جیسا کہ ہم اور آپ جانتے ہیں کہ ریاستی اور مرکزی حکومتوں کے ذریعے ملک کے ہر طبقات کی فلاح وبہبود کے لئے مختلف قسم کے منصوبے چلائے جا رہے ہیں لیکن اقلیتی طبقہ بالخصوص مسلمان اور دیگر پسماندہ طبقات بے خبری کی بناء پر ان اسکیموں سے مستفیض نہیں ہو پا رہے ہیں۔ایسے حالات میں سب سے پہلے سرکاری اسکیموں کی تفصیلات کو کتابی شکل دینے کے لئے عزت مآب جناب عامر سبحانی آئی اے ایس، چیف سکریٹری حکومت بہار نے اظہارِ خیال پیش کیا تاکہ مختلف سرکاری اسکیموں سے عوام الناس کو روشناس کرایا جا سکے۔

اس سلسلے میں جناب افضل حسین سکریٹری بہار رابطہ کمیٹی نے جناب زماں خان-سابق وزیر اقلیتی فلاح حکومت بہار کی حوصلہ افزائی و ڈاکٹر امیر آفاق احمد فیضی بی اے ایس ایڈیشنل سکریٹری کم ڈائرکٹر محکمہ اقلیتی فلاح حکومت بہار کی رہنمائی و دیگر حضرات ڈاکٹر احمد عبدالحئ، جناب سید شفیع مشہدی، جناب امان اللہ خاں علی گڑھ، جناب مقصود احمد قادری حیدر آباد، جناب سید انیس الدین حیدر آباد، جناب سلمان احمد صدیقی مدھوبنی، جناب ستیہ نارائن مدن پٹنہ صاحب، ارشد اجمل پٹنہ، ڈاکٹر زریں رحمٰن پٹنہ کی سرپرستی ومحترمہ فرحت حسن صدر بہار رابطہ کمیٹی پٹنہ کے مشورے پر ہی اس کتاب کی ترتیب وتزئین کی ہے۔اس کتاب کی مجلس ادارت کے رکن جناب محمد شمیم سیول، راقم الحروف (محمد شاہد محمود پوری حاجی پور)، جناب محمد نوشاد انصاری پٹنہ، پروفیسر محمد نور اللہ دربھنگہ، جناب راشد احمد قومی تنظیم پٹنہ، جناب محمد صابر پٹنہ، مولانا حامد حسین ندوی پٹنہ، پروفیسر ڈاکٹر طلعت ناہید پٹنہ ہیں۔ جناب محمد شمیم سیول، جناب ریاض احمد صدیقی محکمہ اقلیتی فلاح، مولانا نظر الاسلام ندوی الحرا پبلک اسکول پٹنہ، محترمہ ساجدہ تبسم محکمہ اقلیتی فلاح بہار، محترمہ صدف نیر ملک بہار اقلیتی مالی کارپوریشن پٹنہ، محمد آصف ارریہ محترمہ تبسم علی جموئی نے معاونت کی ہے جس کی نظر ثانی جناب مولانا محمد حامد حسین ندوی الحرا پٹنہ نے کی ہے۔اس کتاب کا ناشر بہار رابطہ کمیٹی ہے۔کتاب کی کمپوزنگ ریاض احمد خاں ’دی پرنٹ زون‘ پٹنہ نے کی ہے جبکہ طباعت کے فرائض پاکیزہ آفسٹ پٹنہ نے انجام دی ہے۔یہ کتاب اردو مع ہندی اور انگریزی زبان میں شائع کی گئی ہے جس کا زرِ تعاون 100 روپیہ ہے۔ اس کتاب کی رسم اجرا 10 فروری 2024 کو جج بھون پٹنہ میں عزت مآب جناب عامر سبحانی چیف سکریٹری حکومت بہار، جناب محمد سہیل (آئی اے ایس) سکریٹری محکمہ اقلیتی فلاح حکومت بہار، جناب ڈاکٹر احمد عبدالحئ، جناب ڈاکٹر امیر آفاق احمد فیضی (بی اے ایس)، جناب شفیع شہدی، محترمہ فرحت حسن، ڈاکٹر زرّیں رحمٰن، جناب افضل حسین، جناب امتیاز احمد کریمی، شیعہ وقف بورڈ کے چیئر مین افضل عباس، راقم الحروف (شاہد محمود پوری) اور دیگر معزز شخصیتوں کے دست مبارک سے ادا کی گئی (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

Scanned with CamScanner

ملک وملت کی تعمیر میں مدارس اسلامیہ کا کردار

مولانا محمد شبلی القاسمی

مدارس اسلامیہ کی اہمیت وافادیت اور ملک وملت کی اس کے ذریعہ تعمیر وترقی کے موضوع پر جب ہم بات کرتے ہیں تو ان کی خدمات کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ☆ غلام ہند ☆ آزاد ہند، ان دونوں ادوار میں مدارس اسلامیہ کی خدمات اور قربانیاں لائق صد افتخار ہیں، جن کی نظیر دوسرے ادارے پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

آزادی سے پہلے غلام ملک میں چٹائیوں پر بیٹھ کر درس دینے والے علماء کی قربانیاں اور آزادی وطن کے لئے ان کی سرفروشانہ خدمات تاریخ ہند کا انقلاب آفریں اور زریں باب ہے۔ اور ان کی تاریخ عزیمت اور قربانی کی داستان طویل ہے، جس کی بنیاد پر ببانگ دہل یہ کہا جاتا رہا ہے اور کہا جاتا رہے گا کہ اگر مدارس اسلامیہ نہ ہوتے، ان کے فارغین کی قربانیاں اور ان گنت شہادتیں نہ ہوتیں تو یہ ملک شاید اب بھی غلامی کی زنجیروں میں کراہ رہا ہوتا اور آزادی کی صبح اسے نصیب نہ ہوتی، ملک کی آزادی کے لیے مدارس کے علماء نے کون کون سی صعوبتیں نہیں جھیلیں اور کن کن چیلنجوں کا مقابلہ نہیں کیا، وہ تختہ دار پر لٹکائے گئے درختوں کی ٹہنیوں پر ان کی نعشیں مہینوں تک لٹکتی رہیں۔ ان کے مکانات مسمار کردیے گئے انہیں ملک بدر کردیا گیا، ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر کھولتے پانی کے دیگوں میں ڈالا گیا، توپوں کے دہانے پر باندھ کر ان کے پرخچے اڑائے گئے، سور کی کھال میں انہیں زندہ سل کر موت کے حوالے کیا گیا، لیکن اس جماعت نے ملک کی محبت میں مست ہو کر ان ساری اذیتوں اور قربانیوں کو اپنی آزادی کی خاطر مسکرا کر قبول کیا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ احمد شہید، حافظ احمد سعید، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید ریشمی رومال تحریک کے بانی اسیر مالٹا مولانا محمود الحسن دیوبندی مولانا عبید اللہ سندھی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا کفایت اللہ، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، شاہ عطاء اللہ بخاری، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا مظہر الحق، مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی گوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا جعفر تھانیسری، حکیم اجمل خان، مولانا منت اللہ رحمانی، مولانا محمد احمد اللہ مدراسی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا احمد اللہ عظیم آبادی، مولانا عبدالرحیم صادق پوری، مولانا یحییٰ، مولانا فضل حق خیرآبادی جیسے ہزاروں اور لاکھوں مجاہد آزادی کون ہیں یہ سب مدارس اسلامیہ کے تیار کردہ ملک پر مر مٹنے والی عظیم شخصیات ہیں۔ ہندوستان میں مدارس اسلامیہ کی نشأۃ ثانیہ ہی حب الوطنی کے جذبے پر عمل میں آئی، جو کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔

دل سے نکلے گی نہ مر کر بھی وطن کی الفت میری مٹی سے بھی خوشبوئے وفا آئے گی

مدارس اسلامیہ کی اس ملک میں خدمات کا دوسرا دور آزادی وطن کے بعد کا ہے۔ ملک کی آزادی کے بعد مدارس اسلامیہ اور ان کے فارغین نے ملک کے تانے بانے اور اس کے زلف برہم کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے ملک کی تعلیمی، سماجی، سیاسی، اخلاقی، اور اصلاحی تربیت اور خدمات کی اس کی اپنی ایک روشن تاریخ ہے۔

آج بھی یہاں کے فارغین ملک کی سلامتی کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دینے کو تیار ہیں۔ ہمیں چند زہریلے مفاد پرستوں کی ملامت اور طعن وتشنیع کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں مضبوطی اور افادیت کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلسل لگے رہنا ہے۔ اور اپنی خدمات کے ذریعہ ملک کی تعمیر وترقی اور انسانیت سازی کا فریضہ ہر حال میں انجام دینا ہے۔ آیئے ہم چند بنیادی خدمات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرتے ہیں۔

(۱) مدارس اسلامیہ نے ایسے انسانوں کی کھیپ اور مخلصین کی ٹیم تیار کی ہے، جو دنیا طلبی اور معاوضہ کی شرطوں سے اوپر اٹھ کر محض اللہ کی رضاء کے لئے کام اور خدمت پر یقین رکھتی ہے۔ یہ جذبۂ صادق اور اخلاص نیت اس کے ہر اقدام وعمل میں صاف جھلکتا اور محسوس ہوتا ہے۔ مدارس سے تیار ہونے والی جماعت حرص وطمع، لالچ ورشوت، سودخوری، چوری اور غصب کے علاوہ تمام غیر اخلاقی رویوں کو حرام عمل تصور کرتی ہے۔ اور ملک ومعاشرہ کو ان ناجائز چیزوں سے پاک کر کے ایک خوشحال پرامن اور خیر خواہی کے نظام پر مبنی ملک کی تعمیر اور ترقی کے لیے جد وجہد کرتی ہے شراب نوشی، ظلم وزیادتی اور حقوق تلفی جیسی تباہ کاریاں جن سے ملک کی جڑیں کھوکھلی ہوتی ہیں ان سے ملک کو بچانے میں مدارس کے فارغین اور تربیت یافتہ افراد ہر جگہ صف اول میں نظر آتے ہیں۔

حضرات: قتل، لوٹ، اغوا، زنا کاری، حقوق تلفی، ٹھگی، خیانت، بددیانتی، ہتک عزت اور جھوٹ وغیرہ جیسی مہلک بیماریاں جس ملک اور سماج میں ہوں گی وہ ملک اور سماج ہزار جتن کے باوجود کبھی ترقی یافتہ سماج اور ملک نہیں بن سکتا۔ اس کی روک تھام کے لئے رضا کارانہ طور پر خدمات مدارس کے فارغین، جس جذبہ، محنت اور اخلاص کے ساتھ انجام دیتے ہیں اس کی مثال کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ مدارس اسلامیہ کی یہی خوبیاں اور ان کے فارغین کی یہی شانِ امتیاز جرائم پیشہ افراد خیانت، بدعنوانی اور بددیانتی پر یقین رکھنے والوں کو کبھی پسند نہیں آیا۔ اور اپنی راہ میں انہیں رکاوٹ سمجھ کر ان پر مختلف طریقے کے بے بنیاد الزامات لگاتے رہے اور اب بھی لگا رہے ہیں، حیرت تو یہ ہے کہ اپنی بددیانتی کی تکمیل کے لیے مدارس پر ملک دشمنی تک کا الزام لگا ڈالا۔ لیکن آج اپنے اس بد ترین جھوٹ کو ثابت نہیں کر پائے اور نہ آئندہ کر پائیں گے۔ میرے بھائیوں! دن دن ہے اور رات رات ہے، سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ ہے محض زور وشور اور طاقت وقوت کے ذریعہ دن کو رات اور رات کو دن، سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ نہیں بنایا جاسکتا۔ مدارس اسلامیہ انسانیت سازی کے کارخانے اور حب الوطنی کی عظیم درسگاہیں ہیں۔ جن کی لَو کو کوئی شخص اپنی پھونک سے نہیں بجھا سکتا اور نہ ہی اس کے تابناک ماضی اور روشن مستقبل کو مٹا سکتا ہے۔ ان حالات میں ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ اس کی لَو کو اور تیز کرنے کے لیے اپنے فکر وعمل کو مزید حرکت میں لائیں۔

حضرات: ہم دیکھتے ہیں کہ کرائم اور جرائم کی روک تھام پر ملک کے عربوں، کھربوں روپے صرف ہو رہے ہیں، لیکن جنہیں موٹی تنخواہیں دے کر حکومت ان کاموں پر معمور کرتی ہے اس سے کہیں زیادہ مدارس سے تیار ہونے والے علماء اس پر حکومت سے معاوضہ لئے بغیر کام کرتے ہیں۔ ان کے صد باب کے طریقے اپناتے اور اصلاح معاشرہ کی تحریکیں چلاتے ہیں۔ کبھی کبھی ان چیزوں پر مامور بعض حکومتی ذمہ داروں کی جانب سے ایسی حرکتیں سامنے آتی رہتی ہیں، جن سے جرائم پیشہ افراد کو حوصلہ ملتا ہے۔ لیکن پورے ملک میں جرائم پیشہ لوگوں کی ٹیم میں کہیں بھی مدرسے کے تیار کردہ افراد نظر نہیں آتے۔ جس کا اعتراف پوری دنیا کو ہے۔

(۲) حضرات: یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ملک کی اخلاقی، سماجی، تعلیمی اور معاشی صورت حال کو بہتر بنانے میں مدارس اسلامیہ کا رول لائق صد تحسین اور قابل مبارک باد رہا ہے۔ ہمیں اس نظام کو حب الوطنی کے جذبہ کے ساتھ ہر حالت میں مستحکم کرنے کے لیے تیار رہنا چاہئے۔ اور ملک دشمن عناصر کے ذریعہ چھوڑے ہوئے شوشوں اور ریشہ دوانیوں سے ہمیں کسی طرح کم ہمتی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ آپ عملی تجربات کی روشنی میں بلند ہمتی سے دنیا کو یہ بتائیں کہ ہر کام اور ہر اقدام کا ایک مقصد اور ایک ہدف ہوتا ہے مدارس اسلامیہ کے قیام کا مقصد اور ہدف ایسی تعلیم وتہذیب کا فروغ دینا ہے، جس کا عنوان بالکل واضح اور صاف ہے۔ ''تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر''، ''تعمیری کاموں کی ترغیب وتحریض اور تخریبی کاموں سے اجتناب'' اب اگر کوئی بد دماغ شخص اس تعلیم کو غیر مفید، غیر نافع اور ایسے اداروں کو برا بھلا کہتا ہے۔ تو اسے کسی پاگل خانہ میں ہونا چاہئے۔

(۳): مدارس اسلامیہ نے ان طبقات اور ان پس ماندہ سماج تک علم وترقی کی روشنی پہونچانے کا نیک عمل انجام دیا ہے جہاں تک حکومت کی بھی نظر نہیں گئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ملک کی اتنی بڑی آبادی کو تعلیمی دھارے سے جوڑے بغیر ملک کے ترقی یافتہ ہونے کا خواب دیکھا گیا۔ مدارس کے علماء نے غربا، یتامیٰ اور معاشی طور سے مفلوج معاشرے کو علم اور ترقی کی راہ پر لانے کی کوششیں کیں جس کی طرف ارباب اقتدار کی یا تو نظر نہیں گئی یا انہوں نے اتنی بڑی تعداد کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا۔ مدارس نے قوم سے ایک ایک روپئے وصول کر کے، ایسے لوگوں میں انسانیت کا شعور بیدار رکھا اور انہیں ملک کی تعمیر وترقی کی راہ پر لانے کی ہر ممکنہ جد وجہد کی۔ اسی کے ساتھ مدارس نے نہ صرف ان طبقات کے بچے بچیوں کی تعلیم کا نظم کیا بلکہ مدارس میں ملازمین اور اساتذہ کی بڑی تعداد کو ماہانہ وظیفہ دے کر ان کے خاندان کی معاشی کفالت کا بڑی حد تک مسئلہ حل کیا۔

(۴) حضرات: مدارس اسلامیہ کے فضلاء اور فیض یافتہ افراد نے نہ صرف یہ کہ غریب ونادار طبقے کو مدارس ومکاتب کا انسانیت نواز نظام دیا بلکہ ان کے لیے عصری علوم وفنون کے بھی بڑے بڑے ادارے بڑی تعداد میں قائم کئے اور کئی اہم تعلیمی، فلاحی اور سماجی ادارے اور جماعتیں دیئے، کامیاب اور روشن تاریخ رکھنے والی تنظیمیں امارت شرعیہ، جمعیۃ علما وغیر کو وجود بخشا۔ ایسے اداروں اور جماعتوں کی ایک لمبی فہرست ہے، جن کی ملک کی آزادی کے بعد ملک کی تعمیر اور اس کے نوک و پلک درست کرنے میں نمایاں حصہ داری ہے۔

مدارس کی چٹائیوں پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرنے والوں نے کئی قومی اور بین الاقوامی یونیورسیٹیاں ملک کو دینے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی، جامعہ ہمدرد جیسی مشہور زمانہ اہم یونیورسیٹیوں کے علاوہ ملک کی مختلف ریاستوں میں سینکڑوں میڈیکل کالج، پارامیڈیکل کالج، ٹیچرس ٹریننگ کالج، نرسنگ کالج، انجینئرنگ کالج، تکنیکی تعلیم اور آئی ٹی آئی کے کالجز قائم کئے ہیں اور آج بھی قوم کی توقعات ان اداروں کے قیام کے لیے علماء سے ہی ہیں الحمد للہ علی ذالک۔ علماء کے ذریعہ قائم کردہ ادارے اس وقت تعلیمی معیار کے اعتبار سے ملک اور ریاست میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ اس وقت جس ادارے میں بیٹھے ہیں اس کے ذریعہ قائم کردہ امارت ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے ماتحت تعلیمی ادارے ریاست میں اول مقام رکھتے ہیں۔ ملک میں ادویہ سازی اور دیسی طریقہ علاج کو فروغ دینے کا سہرا علماء کرام اور مدارس کے تعلیم یافتہ حضرات کے سر ہی جاتا ہے، ملک میں اعلیٰ مقابلہ ذاتی امتحانات میں طلبہ وطالبات کو کامیاب بنانے کے لیے مدارس کے فیض یافتہ لوگوں نے ملک کو کئی معتبر اور مقبول ادارے فراہم کئے، جن میں رحمانی تھرٹی، اجمل فاؤنڈیشن، شاہین گروپ، الامین وغیر کا نام نہ صرف ملک بلکہ دنیا میں عقیدت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ان کامیابیوں اور حصولیابیوں کے پیچھے مدارس اسلامیہ کے پیدا کردہ اخلاص کے ساتھ جذبہ خدمت اور وہاں کی مثبت اور تعمیری تربیت کا انداز کارفرما ہے۔

(۵) ملک کی سیاست کو ہمیشہ باکردار اور تعمیری بنانے کی ذمہ داری مدارس کے فارغین نے نبھائی ہے، ملک کے حکمرانوں اور سیاسی جماعتوں کو انصاف اور ملک کا دستور سمجھایا ہے اور انہیں ملک اور ملک کا مزاج بروقت بتا کر انہیں آئینہ دکھانے کا کام کیا ہے۔ مدارس کی چٹائی پر بیٹھ کر تعلیم پانے والی بعض شخصیتیں ملک کی صدارت عظمیٰ جیسے عظیم منصب پر فائز ہوئیں، خاص طور سے ڈاکٹر راجندر پرساد، ڈاکٹر ذاکر حسین اور عظیم ایٹمی سائنسداں ومیزائل مین اے پی جے عبدالکلام جیسے عظیم شخصیات نے مدرسے کی چٹائی پر بیٹھ کر علم وفن سیکھا ہے۔ ملک کے پہلے وزیر تعلیم عظیم مجاہد آزادی حضرت مولانا ابوالکلام آزاد انہیں علماء اور مدرسوں کے فیض یافتہ تھے، جنہوں نے ملک کے پہلے وزیر ہونے کی حیثیت سے ایسے تعلیمی رہنما خطوط اور ادارے قائم فرمائے جو آج تک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں جنہوں نے آزاد ملک بھارت کو UGC (یونی ورسیٹی گرانٹ کمیشن) اور مختلف علوم وفنون کے کالجز کا عالمی تصور دیا۔ دنیا کی مشہور ترین یونی ورسیٹی اور وہاں کے نظام تعلیم پہ غور وخوض کر کے ایک عظیم الشان تعلیم یافتہ ملک کی تعمیر کا آغاز کیا۔ ان مدارس کے بوریہ نشینوں نے ملک اور ریاست کے ایوان بالا وزیریں میں پہونچ کر ایم، پی۔ ایم، ال، اے اور ایم، ایل، سی، کی حیثیت سے بھی ملک کو ترقی کے دھارے پر باقی رکھنے اور چلانے کی اہم خدمات انجام دی ہیں اور ابھی بھی دے رہے ہیں۔ (بقیہ صفحہ: ۱۴ر پر)

Scanned with CamScanner

مضامین

بہار کے اوقاف اوران کے تحفظ کا مسئلہ

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اوقاف ملت اسلامیہ کا قیمتی سرمایہ ہیں، ماضی میں اسے ملت کے غیور، خودداراور دردمند دل رکھنے والوں نے ملی ضرورتوں کے لیے وقف کیا تھا، یہاں پراس حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ بعض مخصوص حالات میں بعضوں نے وقف علی الاولاد کر کے اپنی جائیداد کے تحفظ کی کوشش بھی کی، لیکن عموما جو مقاصد تھے وہ وہی تھے؛ جس کا ذکر اوپر کیا گیا؛ یعنی سماج کے غریب محتاج اور نادارلوگوں کی مدد، مدارس اسلامیہ کے طلبہ کی کفالت، مسلم سماج کی اجتماعی، تعلیمی، اصلاحی اور فلاحی کاموں کی انجام دہی میں تعاون، ان کاموں کے لیے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کی گئیں، پھر دھیرے دھیرے لوگوں کے مزاج میں تبدیلی آنے لگی، دینے کا مزاج کم ہوا، زمینوں اور عمارتوں کی قیمتیں آسمان چھونے لگیں تو بہت سارے واقفین کے وارثوں نے ہی وقف جائیدا کو خرد برد کرنا شروع کر دیا، جو اپنوں کے خرد برد کی دسترس میں نہیں آیا، اس پر غیروں نے قبضہ کرلیا، اور ہماری بے حسی کی وجہ سے آج اوقاف کی بہت ساری جائیداد پر باہو بلی اور دبنگوں کا قبضہ ہے، عالی شان عمارتیں کھڑی ہیں، کڑوڑوں کی جائیداد ہے، لیکن ملت کو اس کا فائدہ نہیں پہونچ رہا ہے، مختلف ریاستوں کی سرکاریں بھی اس کام میں پیچھے نہیں ہیں، مرکزی حکومت نے بھی پارک وغیرہ بنوانے کے لیے اوقاف کی بہت ساری جائداد پر غیر قانونی طور پر قبضہ کر رکھا ہے، اس بات کا اعتراف اوقاف کے لیے قائم مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کے چیرمین لال جان پاشا نے کیا، ان کی رپورٹ کے مطابق ''اوقاف کی زمین اور عمارتوں پر کئی جگہ حکومت بھی قابض ہے اور کئی جگہوں پر وقف کی زمین کے سلسلے میں حکومت ہند کے ساتھ مقدمات چل رہے ہیں''۔ کہیں کرایہ کے نام کچھ رقم مل رہی ہے تو وہ بھی علامتی ہے، اسی جگہ واقع دو سرے دوکان اور مکان کا کرایہ ہزاروں میں ہے؛ لیکن وہیں پر وقف کی جو جائیداد ہے، اس کا کرایہ سو دوسو سے زائد نہیں ہے، حکومت بہار کے مطابق ''وقف کی آدھی جائیداد سے کوئی آمدنی نہیں ہوتی، جن اثاثوں سے آمدنی ہوتی ہے، ان میں صرف تین فی صد ایسے ہیں، جن کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ سے زائد ہے''۔

اس صورت حال کا احساس وادراک بہتوں کو تھا، لیکن بہار کی حد تک میری معلومات کے مطابق عملی اقدام کیلئے اللہ رب العزت نے جس عظیم شخصیت کا انتخاب کیا وہ ابوالمحاسن مولانا محمد سجاد بانی امارت شرعیہ کی ذات گرامی تھی، بہار میں ۱۹۳۸ء تک اوقاف کی حفاظت اور نگرانی کے لیے ۱۹۲۳ء میں انگریزوں کے بنائے ہوئے قانون کے علاوہ ریاستی سطح پر کوئی قانون موجود نہیں تھا، انگریزوں نے بہت سارے اوقاف ضبط کر لیے تھے، اوران کو اس طرح اپنی ملکیت بنالیا تھا کہ اس کی وقفی حیثیت کلیۃ ختم ہوگئی تھی، الناس علی دین ملوکھم کے تحت بہت سارے لوگ جو اصلاً اوقاف کی زمین اور مکان کے کرایہ دار تھے، مالک بن بیٹھے، اس طرز عمل نے اوقاف کو سخت نقصان پہونچایا ،مسلمانوں نے انگریزوں سے اس کے تحفظ کے لیے قانون بنانے کا مطالبہ کیا، انگریزوں کے نزدیک غلام ہندوستان کے اس مطالبہ کی حیثیت ہی کیا تھی، پھر بھی ۱۹۲۳ء میں انگریزوں نے مسلم وقف ایکٹ بنایا، اورا سے نافذ کردیا، یہ ایکٹ ظاہر ہے اسلامی تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں تھا، مولانا نے امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کی رہنمائی میں ایک مسودہ قانون تیار کرایا اورا سے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ذریعہ اسمبلی میں پیش کرایا، چونکہ یہ مسودہ مولانا کی نگرانی میں مرتب ہوا تھا، اس لیے اس بل میں اسلامی قوانین وقف کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی تھی ،بعد میں حکومت بہار نے اسی مسودہ کی روشنی میں ایک وقف بل پیش کیا؛ جو بڑی حد تک اسلامی اصول وقف کے مطابق تھا، یہ بل اسمبلی میں منظور ہوا، اوقاف کے تحفظ کی یہ پہلی کوشش تھی؛ جو امارت شرعیہ کے ذریعہ بہار میں قانون بنوا کر کی گئی۔

اس طرح امارت شرعیہ نے مولانا کی نگرانی میں اوقاف کی جائیداد کو ٹیکس سے مستثنیٰ کرانے کی کامیاب جدوجہد کی، اسمبلی میں ''زرعی جائیدادوں'' پر جب ٹیکس کا قانون لایا گیا اور اغراض حکومت کی تکمیل کے لیے ٹیکس لگایا گیا تو اس میں اوقاف کی جائیداد بھی شامل تھی، ظاہر ہے یہ اسلامی قانون وقف سے میل نہیں کھاتا تھا، مولانا محمد سجاد نے انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ذریعہ اس میں ترمیمات پیش کرائیں، مولانا نے صاف طور پر یہ بات کہی کہ

''اسلام میں وقف کی تقسیم خیراتی وغیر خیراتی قطعا نہیں ہے، جتنے اوقاف ہیں سب ہی خالصتاً لوجہ اللہ ہیں اور اس امر کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وقف علی الاولاد والاقارب پر جدید زائد ٹیکس لگایا جا سکتا ہے، جو وقف سے پہلے نہیں تھا، اور دوسرے اوقاف پر نہیں لگایا جا سکتا یہ تفریق اسلامی قانون میں مداخلت بے جا ہے، جو کسی طرح درست نہیں۔ (قانونی مسودہ:۴۸)

مولانا نے آخر میں حکومت کو متنبہ کیا کہ'' وہ زرعی ٹیکس سے تمام اسلامی اوقاف کو مستثنیٰ کرے اپنی دانش مندی کا ثبوت دیں، اور یہ کہ وہ اپنے کو اور مجھ کو کسی آزمائش میں مبتلا نہ کرے،'' (ایضا ۵۴)

چنانچہ تمام زرعی اوقاف کو اس قانون سے الگ رکھا گیا۔

یہ دور انگریزوں کا تھا، اس دور میں بہار میں اوقاف کے کنٹرول اور تحفظ کی ذمہ داری ہر ضلع میں ضلع جج کی تھی، آزادی کے بعد بہار میں وقف ایکٹ ۱۹۴۷ء بنایا گیا، جس کا نفاذ ۳؍مارچ ۱۹۴۸ء سے ہوا، بعد میں ۱۹۵۴ء میں مرکزی حکومت کی طرف سے وقف ایکٹ لایا گیا اورا سے نافذ کرنے کی کوشش کی گئی، لیکن مسلمان اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور ترمیم کے مطالبات جاری رہے، ان مطالبات کے نتیجے میں ۱۹۵۴ء کے وقف ایکٹ میں ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۰ء میں جزوی ترمیمات کی گئیں، ۱۹۸۴ء میں اس ایکٹ میں وسیع پیمانے پر ترمیمات ہوئیں، مسلمانوں نے اس ترمیم کی مخالفت کی اور مسلم تنظیموں کے ذریعہ اسلامی اصولِ وقف کی روشنی میں سوالات اٹھائے گئے، ان سوالات کی روشنی میں مرکزی حکومت نے وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء پاس کیا، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اوقاف کے تحفظ کے لیے موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی قیادت میں ترمیمات کے لئے کامیاب جدوجہد کیا، اوقاف کی تعریف وغیرہ میں بھی بنیادی ترمیم کرائی گئی، غیر رجسٹرڈ اوقاف کو بھی حکومت نے وقف کے زمرے میں رکھا، یہ ایک بڑی کامیابی تھی جو اوقاف کے تحفظ کے لئے مسلمانوں کو حاصل ہوئی، اس ترمیم سے قبل لال جان پاشا کی قیادت میں قائم مشترکہ پارلیمانی کمیٹی کا ایک وفد مرکزی حکومت کی جانب سے مسلم اداروں کی ترمیمات اور وقف ایکٹ پر ان کے اشکالات جاننے اور اوقاف کی حالت کا جائزہ کے لیے تین روزہ دورہ پر پٹنہ وارد ہوا تھا، امیر شریعت سادس حضرت مولانا سید نظام الدین صاحبؒ کے حکم پر ترمیمات کا خاکہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی جانب سے پیش کردہ ترمیمات کی روشنی میں احقر نے مرتب کیا تھا، اور حضرت کے حکم کے مطابق وفد کے سامنے امارت شرعیہ کی نمائندگی احقر محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے ہی کی تھی جو ترمیمات پیش کی گئی تھیں، اس کی تفصیل درج ذیل ہے، میں نے لکھا تھا کہ

۱-۱۹۵۴ء اور ۱۹۸۴ء کے قانون وقف میں ہندوستان کے مخصوص حالات کے پیش نظر کسی غیر مسلم کی جانب سے قائم کردہ وقف کو وقف تسلیم کیا گیا تھا، لیکن ۱۹۹۵ء کے قانون میں وقف کی تعریف میں صرف مسلمانوں کے قائم کردہ وقف کو ہی وقف تسلیم کیا گیا، (دیکھئے R وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء) البتہ ایک دوسری دفعہ کے تحت کسی وقف یعنی مسجد، عیدگاہ، امام باڑہ، درگاہ، مقبرہ، قبرستان یا مسافرخانہ کی مدد کے لئے غیر مسلم کی جانب سے قائم کئے گئے وقف کو تسلیم کرنے کی گنجائش نکالی گئی ہے۔ (دیکھئے دفعہ ۱۰۴؍وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء) ہماری تجویز یہ ہے کہ ۱۹۵۴ء کی تعریفات کو بحال رکھتے ہوئے غیر مسلموں کی جانب سے قائم کردہ وقف بھی وقف، شمار کئے جائیں۔

۲-۱۹۸۴ء کے وقف قانون میں ''معافیاں، خیراتی، قاضی خدمات اور امداد معاش، کو بھی وقف کی تعریف میں شامل کیا گیا تھا، کیونکہ یہ حکمرانوں، جاگیرداروں اور رئیسوں کی جانب سے مختلف علاقوں میں دیئے جانے والے مذہبی خدمات سے مشروط انعامات کی اصطلاحیں ہیں، اسے وقف قانون ۱۹۸۴ء کے مطابق ہی سیکشن 3R میں باقی رکھنا چاہئے۔

۳-ایک تجویز تعریفات (Definations) میں منشاء وقف کو متعین کرنے کی ہے کہ اس سے مراد وہ مذہبی اور خیراتی مقاصد ہیں، جن کا ذکر وقف کی دستاویزات میں کیا گیا ہے، یا جن کا اظہار وقف کی نوعیت اور اس کے استعمال سے ہوتا ہے، وقف کی دستاویز سے یا اس کی نوعیت سے منشاء وقف واضح نہ ہونے یا منشاء وقف نا قابل حصول ہوجانے کی صورتوں میں عام مسلمانوں کی عام بہبودی کو اس وقف کا منشاء تصور کیا جانا چاہیے۔

۴-وقف کے سروے سے متعلق دفعات میں ''قانون کے نفاذ کے آغاز کے وقت موجود اوقاف'' کے سروے کی بات کہی گئی ہے، اس سلسلہ میں ہماری تجویز یہ ہے کہ وقف سروے کمشنر کو ریاست میں پائی جانے والی تمام اوقاف کی جائداد کے سروے کا اختیار دے دیا جائے، اور سروے کو قانون کے نفاذ کے وقت موجودہ جائدادوں تک محدود نہ کیا جائے۔

۵-۱۹۹۵ء کے قانون میں درج ہے کہ ایک مرتبہ سروے ہونے کے بعد کم از کم بیس سال بعد دوسرا سروے کیا جاسکتا ہے، ہماری تجویز یہ ہے کہ اس میں ترمیم کیا جائے اور لکھا جائے کہ جب ریاستی حکومت ضرورت محسوس کرے تو وہ ایک نئے سروے کا حکم دے سکتی ہے، تاکہ پہلے سروے کے نقائص کو دور کرنا جلد ممکن ہو سکے، ورنہ بیس سال تک وہی ناقص سروے نافذ رہے گا۔

۶-ریاستی وقف بورڈ کی تشکیل میں وقف بورڈ کے کم سے کم تین چوتھائی ارکان مسلمانوں کے مختلف شعبوں، جیسے مسلم ڈاکٹرس، چارٹرا کاؤنٹس، فینانشیل منیجرس اور ریاستی بار کونسل میں رجسٹرڈ ارکان میں سے منتخب کئے جائیں، بار کونسل کے ''منتخب ارکان'' کی قید ہٹالی جائے، کیونکہ صورت حال یہ ہے کہ ملک کی کئی ریاستوں میں بار کونسل کے لئے ایک بھی مسلم ایڈووکیٹ منتخب نہیں ہو سکے ہیں۔

☆اوقاف پر ناجائز قبضہ کو ختم کرانے کے لئے وقف ایکٹ میں وہی دفعہ درج کی جائے جو سرکاری زمینوں کو خالی کرانے کے سلسلہ میں پہلے سے موجود ہے۔

☆ بہار میں بہت ساری اوقاف کی جائداد پر غیر قانونی قبضہ ہے، اس سلسلہ میں مرکینٹائل بینک، رضوان بلڈنگ فریزر روڈ، اور بی بی جان کے احاطہ کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے، غیر قانونی قبضہ کی زد میں مساجد، قبرستان، امام باڑہ، اور عیدگاہ کی زمینیں بھی شامل ہیں۔ اور یہ سلسلہ پوری ریاست میں پھیلا ہوا ہے، اس قبضہ کو ہٹانے کے لئے فوری کوشش کی جانی چاہئے۔

☆ بہت ساری ایسی مساجد جو سرکاری مفادات کی توسیع کی زد میں ہیں، اور جن میں سے کئی کو مسمار کیا جاچکا ہے، کمیٹی سے میری درخواست ہے کہ ان مساجد کی بازیابی کے لئے بھی وہ سرکار پر دباؤ ڈالے، ایسی مسجدوں میں دو مساجد کا تذکرہ مثال کے طور پر کررہا ہوں، ایک داناپور کینٹ کی مسجد اور دوسری بازار سمیتی حاجی پور کی مسجد، ان دونوں کی دیواریں منہدم کردی گئیں اور ان کا نام ونشان مٹادیا گیا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ان تجاویز میں سے کئی کو نئے وقف ایکٹ میں شامل کرلیا گیا ہے۔

قانونی اعتبار سے اوقاف کی جائیداد کے تحفظ کے لیے بہار اسٹیٹ میں سنی اور شیعہ اوقاف کے لیے الگ الگ بورڈ قائم ہے، ان کے ذمہ اوقاف کو رجسٹرڈ کرنے اور اوقاف کی جائیدا کے تحفظ کے ساتھ اسے واقف کی منشاء کے مطابق مفید اور بارآور بنانے کا کام ہے، لیکن اس معاملہ میں دونوں بورڈ سست روی کا شکار ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں رجسٹرڈ اوقاف کی تعداد دوسری ریاستوں سے کم ہے، اس سلسلے میں عوامی بیداری بھی نہیں ہے، رجسٹریشن کے کام سے قبل وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء کے سکیشن ۴ اور محکمہ اقلیتی فلاح کے نوٹی فیکیشن نمبر 843 مورخہ 15/09/2008 کے مطابق محکمہ اصلاحات آراضی کے پرنسل سکریٹری کو کمشنر کی حیثیت سے سروے کرانا تھا، اس کام کے لیے تمام اضلاع کے کلکٹر کو اسسٹنٹ کمشنر اور ڈی سی لار کو سروے کمشنر مقرر کیا گیا تھا، لیکن ابھی سروے کا کام ہی مکمل نہیں ہو سکا ہے، جہاں سروے سرکاری کارندوں کے ذریعہ کرایا گیا ہے، ان میں سے کئی جگہوں پر متعصب سروے کرنے والوں نے قبرستان کو کبیرا استھان اور گورستان کو گئوا استھان لکھ دیا ہے، اس وجہ سے ان جگہوں پر کبھی بھی تنازع کھڑا ہوسکتا ہے۔ (بقیہ صفحہ 13 ؍پر)

Scanned with CamScanner

مدارس اسلامیہ میں اردو تدریس کے مسائل

مدارس اسلامیہ کی عمومی شناخت دینی تعلیم وتربیت کے حوالہ سے ہے، یہ پاور ہاؤس ہے، جہاں سے سماج کو اعلیٰ اخلاقی اقداراورانسانی اوصاف وکمالات کی سپلائی ہوتی ہے، اس خدمت کی وجہ سے اسے فرصت نہیں ملتی اور یہاں خدمت والے افراد مدارس کے ہمہ وقتی کارکن ہوتے ہیں اوران کی ساری توانائی تعلیم وتربیت اوراس کے لیے وسائل فراہم کرنے میں صرف ہوتی ہے، معاشرت اور سماج کے فساد وبگاڑ کو دور کرنے میں ان کی حصہ داری بھی مثالی رہتی ہے، بلکہ سماج میں اصلاح معاشرہ کے لیے تگ ودو بھی انہیں کے ذمہ ہے، اورملت پر جب کوئی آنچ آتی ہے تو اس کی حرارت جھیلنا بھی انہیں کو پڑتا ہے، عموما سماج کا دوسرا طبقہ ان لوگوں کی کمی کوتاہیاں گنوا کردل کی بھڑاس نکالتا ہے، خود کچھ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی تو نک کٹے، ناک والوں کا مذاق اڑا کراپنی ذہنی تسکین کرلیتے ہیں، اس کے اسباب وعلل پر گفتگو کا یہاں موقع نہیں، ورنہ بات نکلے گی تو دور تلک جائے گی اور دیر تلک چلے گی۔

مدارس اسلامیہ میں جوتعلیم وتربیت دی جاتی ہے، اس کی زبان اردو ہوتی ہے، لکھنا، بولنا، پڑھنا، پڑھانا، سمجھنا، سمجھانا سب کچھ اردو میں ہی ہوتا ہے، عربی مذہبی زبان ہونے کے باوجود عموما ہندوستانی مدارس میں تدریسی زبان اردو ہی ہے، اس حوالہ سے دیکھیں تو پورے ہندوستان میں اردو زبان کی ترویج واشاعت میں مدارس اسلامیہ کا رول مثالی اورکلیدی ہے، گواس کا اعتراف کم کیا جاتا ہے۔

مدارس اسلامیہ کے اساتذہ اردو کے فروغ میں اپنی ساری توانائی صرف کرتے ہیں اورواقعہ یہ ہے کہ یہاں کے تعلیم یافتہ لوگ زبان کی خدمت پوری زندگی کرتے ہیں اور یہ خدمت وہ بغیر کسی طمع اورلالچ کے کرتے ہیں، ان کے نزدیک ''اجرت'' اور مالی حصولیابیوں سے زیادہ ''اجر'' معنی رکھتا ہے اور اجر کا تصوراس دنیا کے بجائے آخرت سے ہوا کرتا ہے، اس لیے وہ اس دنیا میں صرف خدمت پر یقین رکھتے ہیں اور ساری توقعات خدا سے وابستہ رکھتے ہیں، اس جذبہ کی وجہ سے ان کی خدمت میں پائیداری ہوتی ہے اوروہ مسلسل؛ بلکہ پوری زندگی اس کام میں کھپا دیتے ہیں۔

اس کے باوجود مدارس اسلامیہ میں اردو زبان وادب کی تدریس کے اپنے مسائل ہیں، ان مسائل سے بہرکیف مدارس کے اساتذہ وطلبہ کو جوجھنا پڑتا ہے، سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ میں پڑھنے والے طلبہ راجندر سنگھ سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق صرف چار فی صد ہیں، یہ تعداد انتہائی کم ہے، چھیانوے فی صد طلبہ عصری علوم کی درسگاہوں میں پڑھتے ہیں اور وہاں یا تو اردو پڑھانے والے اساتذہ نہیں ہیں، اوراگر ہیں تو پڑھاتے نہیں ہیں، ان کی مشغولیات غیر تدریسی کاموں میں ہوا کرتی ہے اورطلبہ ان کی عبقریت وعظمت اورصلاحیت سے کم ہی مستفیض ہوا کرتے ہیں، اگر مدارس کی طرح یہاں بھی محنت ہوتی تو نہ اردو کے قاری کی کمی کا شکوہ ہوتا اورنہ ہی طلبہ اردو کی تعلیم سے دور بھاگتے، ظاہر ہے مدارس اسلامیہ میں طلبہ کی تعداد کو بڑھانا آسان نہیں ہے، کیوں کہ ذہن ودماغ تعلیم وتربیت کے حوالہ سے اب صرف ''اسکوپ'' مواقع پر اٹکا رہتا ہے اوراردو پڑھنے والے کو معاشی تگ ودو کے لیے ''اسکوپ'' یہاں کم نظر آتا ہے۔

دوسرا مسئلہ مدارس اسلامیہ میں نصابی کتابوں کا ہے، مدارس کی تعلیم کے تینوں مرحلے مکتب، ثانویہ اوراعلیٰ درجات میں جو کتابیں یہاں پڑھائی جاتی ہیں، ان میں اعلیٰ اخلاقی اقدار کے مضامین تو موجود ہیں، جس سے بچوں کے ذہنی نشرونما صالح بنیادوں پر ہوتی ہے، یہ کتابیں بہت قیمتی ہیں اوراس نے نسلوں کی تربیت کا کام کیا ہے، لیکن اُس وقت جو اساتذہ دستیاب تھے وہ ان کتابوں کے پڑھانے میں مندرجات سے زیادہ اپنی فنی صلاحیت کا استعمال کرکے طلبہ کے اندر زبان وادب کا ذوق پیدا کیا کرتے تھے، اب مدارس میں تدریس اس انداز میں نہیں ہوا کرتی، ہمارے اساتذہ مشکل الفاظ کے معنی، جملوں کی ساخت، واحد جمع کے استعمال تذکیر وتانیث اور محاوروں کے استعمال کی اچھی خاصی مشق کرادیا کرتے تھے، جس سے بچوں میں زبان وادب کا ذوق پیدا ہوتا تھا اور وہ آگے چل کر دین وشریعت کی خدمت کے ساتھ ساتھ زبان وادب کی بھی خدمت کیا کرتے تھے، اب پڑھانے کا یہ انداز مدارس میں باقی نہیں ہے، اب وہاں ذریعہ تعلیم کے طور پر اردو باقی ہے اور طلبہ میں جو بھی صلاحیت پیدا ہوتی ہے وہ ذریعۂ تعلیم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، عصری علوم کی درسگاہوں کی نصابی کتابوں میں استاذ کو کرنے کے لیے کچھ نہیں رہتا ہے، مشق وتمرین وغیرہ ان کے یہاں نصاب کا حصہ ہیں، جسے اساتذہ ہوم ورک کے طور پر طلبہ سے کرادیا کرتے ہیں، اس طرح ان کے لیے فنی طور پر زبان کی تدریس آسان ہوتی ہے اگر وہ خلوص کے ساتھ کام کرنا چاہیں تو بڑی آسانی سے یہ کام کر سکتے ہیں، لیکن یہاں دن بدن پڑھنے پڑھانے کا ماحول ہی زوال پذیر ہے، مدارس اسلامیہ جو بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے ملحق ہیں، ان کے یہاں بھی نصاب میں جو کتابیں ہیں، ان کے پڑھانے کی طرف توجہ کم ہوتی ہے اوروہاں بھی کارطفلاں تمام ہوتا جارہا ہے، صرف فارم بھرنے اورامتحان دینے کی خواہش اور سند کے حصول کے مقصد نے یہاں بھی علوم وفنون کی تعلیم وتدریس کو غیر معمولی نقصان پہونچایا ہے اور جب سارے علوم کا یہ حال ہے تو اردو کی تعلیم بھی یہاں متاثر ہوئی ہے، یہاں باضابطہ پڑھنے والوں کی تعداد برائے نام اور بے ضابطہ امتحان دینے والوں کی تعداد کثیر ہے، ظاہر ہے جن کا پڑھنے پڑھانے سے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔

رہ گیے وہ مدارس جو نظامیہ ہیں، وہ عام طور سے آباد وشاداب ہیں، لیکن ان کے یہاں بڑا مسئلہ اردو املا کا ہے، جو کتابیں عصری درسگاہوں میں نصاب کے طور پر پڑھائی جارہی ہیں ان میں بعض دانشوروں کی سفارش کو مان کر املا میں خاصی تبدیلی کردی گئی ہے۔ مولنا اور علحدہ کے املا کے ساتھ واؤ معدولہ کو بھی ختم کرنے کی تجویز ہے۔

اب زبان کے خاندان کے بجائے تلفظ اورصوت کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس کی وجہ سے اردو املا نویسی میں خاصی تبدیلی آگئی ہے، طوطا لوگ ط کے بجائے ت سے اور طشتری بھی ت سے لکھنے لگے ہیں، بہت ساری جگہوں پر ہائے خفی الف کے صوت کی وجہ سے الف سے لکھا جانے لگا ہے، عربی زبان کے جو الفاظ اردو میں ہیں، ان کے املا کو مسخ کرکے رکھ دیا گیا ہے، یہ کتابیں مدارس میں اسی وجہ سے مقبول نہیں ہو پائیں، کیوں کہ مدارس کے اساتذہ خاندان السنہ کی رعایت کے قائل ہیں اور وہ موسیٰ عیسیٰ کو الف سے اور بالکل کو بلکل نہیں لکھ سکتے، اس وجہ سے یہ کتابیں جو نصابی کتابیں کہلاتی ہیں ان کے یہاں نہیں پڑھائی جاتیں'' کیوں کہ ان کی سوچ یہ ہے کہ اگر ہمارے بچے ان کتابوں کو پڑھیں گے تو ان کی صلاحیت زبان دانی کے اعتبار سے کمزور ہو جائے گی، اس مسئلہ کا حل نصابی کتابوں کی تیاری، خالص تدریسی اصول وضوابط کے مطابق کرنا ہے، لیکن یہ کام مدارس نہیں ہو پارہا ہے، جماعت اسلامی اور دوسرے کئی اداروں نے اس کام کو اچھی طرح سے کیا ہے، لیکن وہ کتابیں بعض وجوہات سے بیشتر مدارس کے نصاب کا حصہ نہیں بن سکی ہیں۔

ایک مسئلہ مدارس میں بھی اردو کی خوش خطی کا ہے، پہلے تختی وغیرہ پر طلبہ کو لکھایا جاتا تھا تو خوش خط لکھنے کا مزاج بنتا تھا، اب قلم کے بجائے کمپیوٹر کا کی بورڈ استعمال ہونے لگا ہے، اس لیے خوش خط لکھنے کی صلاحیت کم ہوتی جارہی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ اس کی ضرورت نہیں ہے حالاں کہ امتحانات وغیرہ میں قلم کاغذ کا ہی استعمال ہوتا ہے اوراچھی تحریر دیکھ کر ممتحن زیادہ نمبرات دیا کرتے ہیں، مدارس میں دوسری جگہوں کی بہ نسبت طلبہ خوش خط لکھتے ہیں، اوران کے یہاں پٹھانی تحریر کا تصور کم پایا جاتا ہے، اس کے باوجود اس طرف توجہ کی ضرورت ہے، اس توجہ میں استاذ کی اپنی تحریر کا خوش خط ہونا بھی ضروری ہے، استاذ کا خط اچھا ہوگا تو طلبہ بھی اس کی نقل کریں گے، اس کے لیے طلبہ میں خوش خطی کے مقابلے بھی کرائے جاسکتے ہیں، طغروں کی نمائش اور خطاطوں کی تحریر کا مشاہدہ کروانا بھی اس مسئلے کے حل کرنے میں مفید ہے۔

مسائل کی فہرست کافی طویل ہے، لیکن ایک مسئلہ سب جگہ ہے اور وہ ہے استاذ کا پڑھانے سے کترانا، جب تک اساتذہ پڑھانے میں دلچسپی نہیں لیں گے اوراردو آبادی اس کے لیے متفکر نہیں ہوگی، اس وقت تک صرف مسائل کا رونا رویا جائے گا، خوب یاد رکھیے، زبانیں سرکاری سرپرستی سے نہیں لکھنے، بولنے پڑھنے، پڑھانے سے زندہ رہتی ہے، جس دن یہ حقیقت ہماری سمجھ میں آگئی اردو کا مسئلہ حل ہوجائے گا۔

قیادت، میڈیا اور مسلمان

اس وقت قیادت کو مثبت خطوط پر سرگرم عمل ہونے، میڈیا اور ذرائع ابلاغ کو صحافت کے دائرے سے باہر نکلنے اور مسلمانوں کو اپنے قائد کے حکم پر آنکھ بند کرکے سمعنا واطعنا کہنے کی ضرورت ہے، اللہ کا کرم ہے کہ اس نے امارت شرعیہ کے امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی کی صورت میں مضبوط قائد ہمیں دیا ہے، جن کے پاس کام کا طویل تجربہ بھی ہے، اور جو سرد وگرم چشیدہ بھی ہیں، ملی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت، سیاسی حضرات سے آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کرنے کا فن، انہیں پورے طور پر آتا ہے، ان کے اندر عظمت کردار بھی ہے جرأت گفتار بھی، سنگلاخ اور پریشان راستے ان کے عزم کو مہمیز کرتے ہیں، وہ ان کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنا کرتے، اللہ رب العزت نے انہیں نگہ بلند، سخن دل نواز اور جاں پرسوز کی قائدانہ صفات کے ساتھ نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو کے مؤمنانہ اوصاف سے بھی مالا مال کیا ہے، ایسے قائد کی امارت میں امارت شرعیہ کا کارواں آگے بڑھ رہا ہے اور وہ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی حیثیت سے بھی ''دین اور دستور بچاؤ مہم'' کو آگے بڑھانے میں لگے ہوئے ہیں، ان کی نگاہیں نبض حالات پر ہیں اور نباضی کا فن انہوں نے اپنے بڑوں کے ساتھ کام کرکے سیکھا ہے، اس طرح دیکھیں تو قیادت زرخیز ہے، بارآور ہے اور کارواں کو منزل تک پہونچانے کے جذبے اور لگن سے سرشار ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ذرائع ابلاغ، الیکٹرونک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور سوشل سائٹس قائد کی جدوجہد کو، ان کے منصوبوں کو، کام کی حکمت عملی کو، ان کے احکام وہدایات کو عام مسلمانوں تک پہونچائے، وہ غیر جانب دار نہیں، حق کا طرف دار بن کر سامنے آئے، صحافت جو جمہوریت کا بڑا ستون ہے اس کی ذمہ داری صرف یہی نہیں ہے کہ وہ خبروں کو چھاپ دے، اس کی ذمہ داری ہے کہ جو صالح اقدار ہیں، ملک کے دستور کا جو تقاضہ ہے دین وشریعت جس کا مطالبہ کرتا ہے اس کو بغیر کسی خوف کے سماج کے سامنے لائے، عوام کو بیدار کرے، انسانوں کو اس کی ذمہ داری یاد دلائے، مذہب کی بنیاد پر نہ سہی، انسانی بنیادوں پر ہی وہ اچھا سماج بنانے کی سعی میں ہاتھ بٹائے، معاشرہ کو صالح رخ پر ڈالنے کا کام انجام دے، میڈیا کو زرد صحافت اور بکاؤ صحافت سے باہر نکل کر اپنے اس فرض کی ادائیگی کے لیے کمربستہ رہنا چاہیے، ایک عاشق نے اپنی محبوبہ کی نازک خرامی اور رقیبوں کی بڑی تعداد کو دیکھ کر کہا تھا کہ ''زیر قدمت ہزار جان است'' آج جو میڈیا کی اہمیت ہے، ذرائع ابلاغ کے جو اثرات ہیں، سوشل سائٹس کا جو بڑھتا ہوا دائرہ کار ہے، اس کی روشنی میں ''قدمت'' کے ''دال'' کو ''لام'' سے بدل دیجئے اور صحافیوں کو بتا دیجئے کہ ''زیر قلمت ہزار جان است'' تمہارے قلم کے نیچے ہزاروں جان کا مسئلہ ہے، تم نے بھڑکاؤ مضامین اور رذائل کو پھیلانے والے آرٹیکل تبصرے شائع کیے تو ہزاروں کی جان جائے گی، اس لیے قلم کو محتاط رکھیے اور اس کا استعمال اللہ کی امانت سمجھ کر کیجئے۔

قیادت نے اپنی ذمہ داری ادا کردی، میڈیا اور ذرائع ابلاغ نے قیادت کے منصوبوں کو عام لوگوں تک اور مسلمانوں تک پہونچا دیا، اب مسلمان سن کر حرکت میں نہ آئے، اس کے اندر عمل کا جذبہ نہ پیدا ہو، وہ سمع وطاعت سے گریزاں رہے، مختلف خیموں میں بٹ کر اپنے تحفظات کی فکر میں لگا رہے، وہ بنی اسرائیل کی طرح ''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا'' کہہ کر اپنی جان چھڑا لے تو قیادت کا کیا قصور ہے۔ آج مسلم سماج کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ اس کے اندر سمع وطاعت کی کمی ہے، فقدان قیادت کا نہیں، قائد کی ہدایت پر عمل کرنے اور ساتھ چلنے کا ہے، ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ قیادت کی روح کو رواں ہونے کے لیے جسم کے سمع وطاعت کی ضرورت ہے، قیادت کا ساتھ نہ دینے والا سماج بے روح کے جسم کی طرح ہے، جسے قبرستان پہونچانے میں جلدی کیا جاتا ہے۔

Scanned with CamScanner

عوامی سطح پر اردو کا استعمال

ایڈیٹر کے قلم سے

عوامی سطح پر اردو کو جو سب سے بڑا مسئلہ ان دنوں درپیش ہے، وہ ہے اردو کا عوامی استعمال، ہم اردو کو مادری زبان کہتے ہیں اور اسے مسلمانوں کے ساتھ خاص کرتے ہیں، کہ یہ مسلمانوں کی مادری زبان ہے، ایک تو زبان کو مذہب کے ساتھ خاص کرنا غلط ہے، دوسرے یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ عملی طور پر یہ ہماری مادری زبان ہے، عملی کا لفظ میں نے شعوری طور پر استعمال کیا ہے، عوامی سطح پر دیکھیں تو روزمرہ اور بول چال کی زبان نوے فی صد لوگوں کی اردو نہیں ہے، ہمارے گھروں میں زبان بولی ہی نہیں جاتی، ہم مختلف قسم کی بولیوں کو زبان سے تعبیر کرتے ہیں، ہمارے گھروں میں جو زبان بولی جارہی ہے، وہ کہیں بھوجپوری ہے، کہیں میتھلی ہے، کہیں مگہی ہے، کہیں سنتھالی ہے، کہیں بنگالی ہے، کہیں اڑیہ ہے، کہیں کونکی ہے، کہیں۔ وجیکا ہے، کہیں کچھ اور ہے، ان میں سے کچھ زبان (Language) کے زمرے میں آتے ہیں اور بیش تر بولیاں (Dialect) ہیں، ہمیں یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ بقول اختر اورینوی ''ابھی تک کوئی ایسا ماہر لسانیات پیدا نہیں ہوا، جو بولی اور زبان کے درمیان واضح اور مستقل خط فاصل کھینچ سکے۔لطیفہ یہ ہے کہ ڈاکٹر محی الدین زور نے اردو کو ہندوستانی یا کھڑی قدیم ویدک بولیوں میں سے ایک بولی ہی قرار دیا ہے، جو ترقی کرتے کرتے یا یوں کہئے کہ ادلتے بدلتے پاس پڑوس کی بولیوں کو دیتے اور کچھ ان سے لیتے اس حالت کو پہونچی جس میں آج ہم اسے دیکھتے ہیں۔

ہمارے بچے اور عوام بھی انہیں بولیوں میں سے کسی ایک کا استعمال کرتے ہیں، اس لیے میرے نزدیک عوامی سطح پر اردو کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے وہ اسے بولی سے نکال کر اردو زبان تک لانے کا ہے، تاکہ یہ عوام کی زبان بن سکے، اس مسئلہ کا حل سمینار سمپوزیم سے زیادہ گاؤں اور محلہ کی سطح پر اسے مہم کے طور پر متعارف کرانا ہے، مہم بہت پتہ ماری کا کام ہوتا ہے، جبکہ سمینار وسمپوزیم میں وہ جان کاہی نہیں کرنی ہوتی ہے، اس لیے معذرت کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہم سمینار وسمپوزیم کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے بڑا کام کرلیا، جب کہ عوامی سطح پر اس کے اثرات کچھ نہیں ہوتے اور بات نشستند، گفتند، برخاستند سے آگے نہیں بڑھ پاتی، یقیناً کہیں آگ لگی ہو تو پانی پانی چلانا بھی ایک کام ہے، لیکن آگ بجھانے اور پانی کے حصول کے لیے بالٹی میں پانی لے کر دوڑنا یا دم کل والے کو بلا لینا بالکل دوسرا کام، پہلے سے بڑا بھی اور نتیجہ کے اعتبار سے مفید بھی، میں سیمینار، سمپوزیم کی افادیت کا انکار نہیں کرتا، میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سمینار سمپوزیم سے موضوع کو متعارف کرایا جاسکتا ہے، اردو کے مخلصین تک بات پہونچائی جاسکتی ہے، لیکن عوام کو بولیوں سے نکال کر زبان تک لانے کے لیے ٹولیوں کی ضرورت ہے جو ہر دروازے پر دستک دے اور ہر دماغ کو اپیل کرے اور لوگوں کو متوجہ کرے کہ وہ اردو میں بات کرنا شروع کریں، اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر ضلع میں ضلع سے بلاک سطح تک کمیٹی بنائی جائے جو گاؤں گاؤں، دیہات دیہات میں جا کر تحریک چلائے اور اردو بیداری کی لہر گاؤں گاؤں تک پہونچائے۔

اب تو صورت حال یہ ہے کہ ہم سوچتے ہندی اور انگریزی ہی میں ہیں، ہماری زبان پر جو کلمات فوری طور پر جاری ہوتے ہیں وہ اردو کے علاوہ ہوتے ہیں، ہمیں اردو میں لکھنا بولنا ہوتا ہے تو ہم اس کے متبادل الفاظ تلاش کرتے ہیں، کامیابی نہیں ملی، ذہن متبادل الفاظ تک نہیں پہونچ سکا تو بلا تکلف دوسری زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اور یہ سوچ کر مطمئن بھی ہو جاتے ہیں کہ اس سے اردو کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسری زبانوں کی ترکیب، لغت اور قواعد کے اثرات سے زبان مالا مال ہوتی ہے، پروفیسر ثوبان فاروقی نے ایک بار کہا تھا کہ

''آج بنیادی مسئلہ اردو کے لیے کچھ کھونے اور پانے کا نہیں، اردو کی بقا کا ہے، اردو جو ایک زبان ہی نہیں، مستقل تہذیب کلچر اور طرز زندگی ہے، پچھلے پچاس سالوں میں اردو کہیں گم ہوگئی ہے، وہ نسل اٹھ گئی، جس کے احساسات، تخیلات، جس کی سوچ اور فکر جس کی وضع قطع، اور طرز زندگی اردو تھی، اب جو نسل ہمارے سامنے ہے وہ اردو کے مترجمین کی نسل ہے، ہمارے خیالات کو منتقل کرنے کے لیے جو الفاظ اچھلتے کودتے ہمارے سامنے آتے ہیں وہ اردو میں دوسری زبان کے الفاظ ہوتے ہیں، ہم ان کو دباتے ہیں، پھر اس کا متبادل تلاش کرتے ہیں، ہمارے محاورے اور تلفظ تک بگڑ رہے ہیں، بلکہ بگاڑنے کی منظم کوشش ہورہی ہے''۔

لسانیات کے طلبہ کو اس صورت حال سے کس قدر پریشانیاں ہوتی ہیں، اور عجیب عجیب لسانی گتھیوں کے سلجھانے میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے، اس کا اندازہ انہی لوگوں کو ہے جو اس کام سے لگے ہوئے ہیں؛ اس لئے اردو کو عوامی بنانے کے لیے ہمیں اپنی اس سوچ کو بھی بدلنا ہوگا اور یقیناً اس سوچ کو بدلنے میں عوام کا حصہ کم، ہمارے اردو کے اساتذہ، تنقید نگار اور ادیب وشاعر کا حصہ زیادہ ہے، اگر ان حضرات نے اپنی ذمہ داری کو نبھایا تو اردو کو عوامی بنانے کی مہم کامیاب ہوسکتی ہے۔ اگر یہ مہم کامیاب ہوتی ہے تو ہمیں یہ شکایت نہیں رہے گی کہ دوکانوں کے بورڈ زیادہ تر اردو میں نہیں لکھے جاتے، کیوں لکھے جائیں؟ دوکاندار سوچتے ہیں کہ اردو پڑھنے والے جب موجود ہی نہیں ہیں یا اقل قلیل ہیں تو اس زبان میں سائن بورڈ لگانے کا حاصل کیا ہے، اردو عوامی بنے گی تو لوگ سائن بورڈ اور نیم پلیٹ اردو میں لگانے لگیں گے اور دوسری زبانوں کے ساتھ اردو کا استعمال بھی عوامی سطح تک ہوسکے گا۔

اردو کو عوامی بنانے میں دوسرا بڑا مسئلہ مادری زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے کا ہے، مادری زبان میں ہم اپنے بچوں کو تعلیم دینے میں ناکام ہو گیے ہیں، ہمارے زیادہ تر بچے اب گھر میں تعلیم نہیں پاتے، نہ ماؤں کے پاس انہیں دینے کے لیے وقت ہے اور نہ باپ کو اس کی فکر ہے، کم عمری میں ہی اسے کسی کنونٹ میں ڈال دیا جاتا ہے، جہاں اسے جو زبان اور تہذیب سکھائی جاتی ہے وہ کم از کم نہ تو اردو زبان ہوتی ہے اور نہ اس سے متعلق تہذیب، یہ بچے جنہوں نے اپنے ابتدائی درجات میں اردو سے کسی درجہ میں واقفیت نہیں بہم پہونچائی ہے، آگے چل کر اردو کی طرف ان کی رغبت ہو ہی نہیں سکتی، ایک شاعر نے کہا ہے۔

ہماری قوم کے بچوں کو انگلش سے محبت ہے
ہمیں غم ہے کہ مستقبل میں اردو کون بولے گا

اس معاملے میں اگر کسی درجہ میں استثناء ہے تو مولویوں کا، ان کے بچے مدارس اور مکاتب میں پڑھتے ہیں، جہاں اردو ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے، وہ دوسرے معاملات میں دنیاوی اعتبار سے جس قدر ناکام ہوں، لیکن اگر صد فی صد کہیں سے اردو زبان کو عوامی آکسیجن مل رہا ہے تو وہ مدارس دینیہ اسلامیہ ہیں، جن کا ذکر سمینار سمپوزیم میں کم ہوتا ہے، اور اردو کی سب سے زیادہ خدمت کرنے والا یہ طبقہ سرکاری سطح کے انعامات اور اس سے حاصل ہونے والے مفادات سے کوسوں دور رہتا ہے، بہت دور جانے کی ضرورت نہیں ہے، بہار اردو اکیڈمی کے ذریعہ تقسیم انعامات کی شروع سے آج تک کی فہرست ہی اٹھا کر دیکھ لیں تو معلوم ہوگا کہ اردو کے اس زمرہ کے خدام کی کس قدر ان دیکھی کی گئی ہے، سرکاری روپیوں سے چلائے جانے والے دوسرے اداروں کی صورت حال بھی اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔اردو کو عوامی بنانے کے لئے اس طبقے کی خدمات کی پذیرائی اور اس کا کھل کر اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف اکیڈمیوں اور اداروں کے ذریعہ ان کی حوصلہ افزائی کی بھی ضرورت ہے، کیونکہ یہ اردو کے بے لوث خادم ہیں، انہوں نے اس نام پر نہ عوام سے کچھ لیا ہے اور نہ سرکار سے، صرف خدمت کیے جارہے ہیں۔اردو کے دانشور اور اردو کی روٹی کھانے والے افسران اور ذمہ داران کہتے ہیں کہ مدارس میں تو چار فی صد ہی بچے پڑھتے ہیں، وہ اپنی ناکامی کو چھپانے کی فکر میں یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ چار فی صد بچے سو فی صد اردو پڑھتے ہیں، بقیہ چھیانوے فی صد میں اردو پڑھنے والے کا تناسب دو فی صد بھی نہیں ہے۔

اردو کے سرکاری اسکول بھی اس زبان کو عوامی بنانے میں اہم رول ادا کرسکتے ہیں، لیکن سرکاری اداروں کا اپنا ایک طریقہ کار ہوتا ہے، اور بحالی کے سلسلے میں اپنی ترجیحات ہوتی ہیں، اس لیے کہیں تو اردو کے استاذ ہی سرے سے دستیاب نہیں ہیں اور جہاں ہیں بھی ان کی دلچسپی اس زبان کو عوام تک پہونچانے سے کم ہی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اردو کے نام پر بحالی تو ہوگئی ہے؛ لیکن خود استاذ کی اپنی زبان اردو نہیں ہے، وہ اردو سے زیادہ ہندی پر قدرت رکھتے ہیں، ایسے استاذ کے ذریعہ جو بچے اردو سیکھتے ہیں ان کا املا، جملہ، تلفظ سب کچھ غلط ہوتا ہے، کبھی کبھی تو بعض الفاظ کے لکھتے اور بولتے وقت مضحکہ خیز صورت حال ہو جاتی ہے، اس کی وجہ سے بھی اردو کو عوامی استعمال کی زبان بنانے میں مشکلات کا سامنا ہے، مشکل کا حل استاذ کے اپنے پاس ہے، جو طلبہ ان کے پاس آگیے ہیں، ان کو امانت سمجھیں اور طلبہ پر اپنی توجہ صرف کریں، اپنی صلاحیتوں کو بڑھانے کی بھی کوشش کرتے رہیں، اس کا حل صرف اور صرف مطالعہ کی کثرت ہے، مطالعہ کی کمی کی وجہ سے اردو کی معلومات کمزور ہوتی ہے اور کمزور معلومات جب ہم طلبہ کو منتقل کرتے ہیں تو منتقلی اس سے بھی کمزور ہوتی ہے، اور کار طفلاں تمام ہو جاتا ہے۔

اردو پڑھانے کے ساتھ اردو بولنے اور لکھنے کی مشق بھی طلبہ کو کرانی چاہیے، لیکن اگر استاذ خود اردو بولنے کے بجائے ''وجیکا'' اور دوسری بولیوں کا استعمال کرتے ہوں تو طلبہ کس طرح اردو بولنے پر قدرت پائیں گے، اسی طرح اردو لکھنے کی مشق کا معاملہ ہے، لکھنے میں املا کی صحت کے ساتھ خوبصورت تحریر کا بھی بڑا دخل ہے، اور عوامی طور پر یہ خوبصورتی بھی باعث کشش ہوتی ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ تلفظ اور املا کی صحت کے ساتھ تحریر بھی خوبصورت بنائی جائے، یوں تو سیکھنے کی کوئی عمر نہیں ہوتی، ہر عمر میں اپنے سے فائق لوگوں سے سیکھنے کے عمل کو جاری رکھا جاسکتا ہے، لیکن بڑی عمر میں یک گونہ حجاب آتا ہے اور اس حجاب کی وجہ سے ہم شرمندگی محسوس کرتے ہیں، اس لیے بڑی عمر میں تحریر کی درستگی کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ تھن پیپر لیکر مطبوعہ اردو کتابوں پر رکھ کر قلم پھیرا جائے اور روزانہ دو تین صفحہ اس طرح لکھا جائے تو ہاتھ بیٹھ جائے گا اور تمام حروف اور اس کے مرکبات کے لکھنے کی مشق ہو جائے گی۔

عوامی بیداری کے لیے کرنے کا ایک بڑا کام یہ بھی ہے کہ سرکار کے ذریعہ سابقہ اعلانات کو عملی طور پر نافذ کرنے کی جدوجہد کی جائے، سرکار نے بار بار اعلان کیا ہے کہ دس طالب علم ہوں تو ایک استاذ بحال ہوں گے، ہمارا کہنا یہ ہے کہ استاذ بحال کیجئے، لڑکے آئیں گے، یہ پہلے انڈا یا پہلے مرغی والا معاملہ ہے، ہم پہلے مرغی کے قائل ہیں، مرغی موجود ہو اور وہ دیہاتی مرغی ہو، چکن نہ ہو تو انڈا تو آئے گا ہی، لیکن سرکار بغیر مرغی کے انڈا چاہتی ہے یہ تو کسی بھی حال میں ممکن نہیں ہے۔

عوامی سطح پر اردو کو درپیش مسائل میں ایک یہ بھی ہے کہ اردو میں لکھی ہوئی درخواستیں سرکاری محکموں میں ردی کی ٹوکری میں ڈال دیجاتی ہیں، اس کی وجہ سے عوام اردو میں درخواست دینے سے گریز کرنے لگی ہے، ابھی حال ہی میں ڈاکٹر شکیل خاں صاحب کا یہ بیان نظر سے گزرا تھا کہ انہوں نے سینکڑوں درخواستیں اردو میں ارسال کیں اور ان کا کوئی جواب اردو میں انہیں موصول نہیں ہوسکا۔اور اب درخواستوں کا تو مسئلہ ہی نہیں ہے، سارے فارم ہندی میں چھپے ہوئے ہیں، آپ ان کی خانہ پُری لازماً ہندی ہی میں کریں گے، اردو میں فارم دستیاب ہو یا کم از کم اسی فارم میں اردو کا اضافہ کر دیا جائے تو فارم اردو میں بھرے جاسکیں گے، اردو سے متعلق سرکاری اداروں کو اس طرف پہل کرنی چاہیے۔دوسرے کام کے لیے عوامی سطح پر درخواستیں ہی اردو میں کم پڑتی ہیں، یا نہیں پڑتی ہیں، اس لیے جن جگہوں پر مترجم بحال ہیں وہ بھی دوسری فائلوں پر لگا دیے گیے ہیں، اور وہ بخوشی اس کام میں لگ گیے ہیں، کیونکہ دوسری فائلیں زیادہ ''بارآور'' ہیں، انہوں نے اس تبدیلی پر کوئی احتجاج کبھی درج نہیں کرایا، اور مطمئن ہو گیے کہ وہ سرکاری ملازم ہیں، اس صورت حال کی وجہ سے بھی عوامی طور پر اردو کا استعمال سرکاری دفاتر میں کم ہوا ہے، واقعہ یہی ہے، چاہے جس قدر بھی تلخ ہو کہ ہم نے اردو کے نام پر روٹیاں زیادہ سینکی، ہیں کام کم کیا ہے۔

اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اردو ہائی پروفائل اعلیٰ سطح کے لوگوں کے یہاں سے غائب ہے، ان کے یہاں ہندی انگریزی کے اخبارات ورسائل تو آتے ہیں، اردو اخبارات ورسائل کی بات کیجئے تو کہتے ہیں کہ اردو کے اخبارات ورسائل کا معیار ہی کیا ہے، باسی خبریں، غیر ضروری اور غیر معیاری مضامین، طباعت ایسی کہ چھونے سے ہاتھ کالے ہو جائیں، جتنی کمی کوتاہی ممکن ہے نکال دیجاتی ہے اور نئی نسل کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے ایسے میں اردو کو عوامی بنانا کس طور ممکن ہوسکتا ہے۔ (بقیہ صفحہ۱۴ رپر)

Scanned with CamScanner

اتحاد امت کی اہمیت وضرورت

مفتی محمد سعید الرحمن قاسمی

اسلام جس طرح پوری انسانیت کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اسی طرح یہ زندہ وجاوید، متحرک اور فطرت سے ہم آہنگ آسمانی دین بھی ہے۔ جس کا اپنا مکمل قانون اور مربوط ومستحکم نظام ہے۔ جس نے اپنے ماننے والوں کو وحدت و اجتماعیت، انس ومحبت، اخوت و بھائی چارگی اور ہمدردی وغمگساری کی تعلیم دی ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ رب العزت نے بڑے بلیغ اور حکیمانہ انداز میں انسانوں کو باہم مربوط اور متحد ومتفق رہنے کی تلقین فرمائی ہے، اس لیے کہ اتحادواتفاق وہ عظیم نعمت ہے۔ جس کے محمود ومطلوب ہونے پر پورے عالم کے انسانوں کا اتفاق ہے خواہ وہ کسی ملک، کسی زمانہ، کسی مذہب اور مسلک ومشرب سے تعلق رکھتے ہوں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر جماعت اور ہر پارٹی لوگوں کو متحد و متفق ہونے کی دعوت دیتی ہے لیکن مشاہدات اور تجربات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اتفاق واتحاد ضروری اور مفید ہونے کے باوجود انسان مختلف فرقوں، ٹولیوں اور پارٹیوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس کے اسباب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر جماعت اور ہر پارٹی لوگوں کو اپنے خود ساختہ قانون پر متحد کرنے کی کوشش کرتی ہے اس لیے اس کا نتیجہ برعکس ہوتا ہے اور انسان اختلافات کے دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ:

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اتحاد کی بنیاد: قرآن کریم نے انسانوں کے اتحادواتفاق کے لیے ایک ایسی چیز بتلائی جو پوری انسانیت کے لیے قابل قبول ہو اور وہ خالق کائنات کا بھیجا ہوا نظام وقانون ہے۔ جس سے کوئی عقلمند انسان اصولاً انکار نہیں کرسکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نا اتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اسکو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہوگئے اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچالی اسی طرح اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اپنے احکام بیان کرکے بتلاتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ ہدایت پر قائم رہو۔‘‘

نسخۂ کیمیا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک ایسا نسخۂ کیمیا اور مرکز وحدت بتلایا ہے جو ایک طرف تو اہل ایمان کا رشتہ اللہ تعالیٰ سے مضبوط ومستحکم کرتا ہے اور دوسری طرف اہل ایمان کو باہم مضبوط اور منظم جماعت بناتا ہے۔ یعنی ہر انسان پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس نظام حیات (قرآن) کو اپنے سینہ سے لگائے، اپنے رشتہ کو اس سے مضبوط کرے اور مکمل طور سے اس پر عمل کرے، جب ایسا کرے گا تو تمام مسلمان خود بخود باہم ایک جسم کی طرح متحد ومتفق ہوجائیں گے اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ خود بخود منظم ہوجائے گا جیسا کہ اسلام کے ابتدائی صدیوں میں اس کا مشاہدہ ہوچکا ہے یہی وہ حقیقی مرکز وحدت ہے جو مشرق ومغرب کے تمام بنی آدم اور نوع انسان کے تمام افراد کو متحد کرکے ایک پلیٹ فارم پر جمع کرسکتا ہے۔ اور آگے اللہ رب العزت نے حسب معمول ایجابی پہلو کے بعد سلبی پہلو کو بیان فرمایا کہ آپس میں اختلاف وانتشار نہ پیدا کرو اور اللہ تعالیٰ نے مختلف جماعتوں اور ٹولیوں میں بٹنے کے نقصانات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْ وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (انفال:۴۶) ’’اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تفرق وتشتت اور باہمی نزاع میں دو خرابیوں کا ذکر فرمایا ایک یہ کہ تم ذاتی طور پر کمزور اور بزدل ہوجاؤ گے، دوسرے یہ کہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی یعنی دشمنوں کے قلوب سے تمہاری ہیبت اور تمہارا رعب ودبدبہ ختم ہوجائے گا۔ مسلمانوں میں سے جو لوگ اختلاف وانتشار پیدا کرتے ہیں اور نفرت وعداوت کا بیج بوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بہت سخت وعید بیان فرمائی کہ یہی لوگ عذاب عظیم میں مبتلا ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَاجَاءَ هُمُ الْبَيِّنٰتُ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آل عمران:۱۰۵) ’’تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنھوں نے باہم تفریق کرلی اور باہم اختلاف کرلیا ان کے پاس واضح احکام پہنچنے کے بعد اور ان لوگوں کے لیے سزائے عظیم ہوگی۔‘‘

عصبیت حرام ہے: آج لوگ ذات پات، رنگ ونسل، زبان وبیان، مسلک ومشرب اور سیاسی وجماعتی عصبیت کے شکار ہیں اور اس بنیاد پر ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو حقیر وذلیل گردانتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہاں تک پہونچتا ہے کہ قتل وخون کا بازار گرم ہوجاتا ہے، ایک بھائی کی تلوار دوسرے بھائی کی گردن پر چلتی نظر آتی ہے ہر شخص ایک دوسرے کے خون کا پیاسا دکھائی دیتا ہے، جب کہ اسلامی تعلیمات یہ ہے کہ پوری انسانی آبادی کی اصل حضرت آدم علیہ السلام ہیں اس لیے صورتوں، رنگوں، زبانوں، نسلوں اور تہذیبوں کے اختلاف کے باوجود ہم سب ایک ہیں، ہر انسان مساوی حقوق رکھتا ہے اگر ان میں ترجیح اور فوقیت کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے تو وہ تقویٰ ہے، لہٰذا رنگ ونسل، ذات پات اور مسلک ومشرب کی بنیاد پر تفرقہ اور بغض وحسد کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من دعا بدعوی الجاهلية فهو من جثاء جهنم قالوا يا رسول الله وإن صام و صلى. قال وإن صام و صلى وزعم أنه مسلم (مسند احمد رقم الحدیث:۱۷۸۳۳) ’’جس نے جاہلیت کی زندگی کی دعوت دی وہ جہنم کا ایندھن بنے گا، لوگوں نے دریافت کیا یارسول اللہؐ اگر چہ یہ شخص روزہ رکھتا ہو اور نماز پڑھتا ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں اگر چہ نماز پڑھتا ہو، روزہ رکھتا ہو اور اپنے زعم میں اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو‘‘ اس لیے جو لوگ برادری کے نام پر لوگوں کو متحد کرتے ہیں یہ حدیث ان کو جہنمی بتارہی ہے۔ لہٰذا عصبیت جاہلیہ سے مکمل طور پر پرہیز کرنا چاہئے۔

فضیلت کی بنیاد: اللہ تعالیٰ نے جو یہ خاندان اور قبیلے بنائے ہیں اس کا مقصد صرف تعارف ہے تفاخر نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات:۱۳) ’’اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔‘‘

حجۃ الوداع کے موقع پر آخری خطبہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے بڑے اجتماع کو جو ہدایتی اصول ارشاد فرمائے ہیں اس کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ سارے انسان حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد ہیں ایک انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت وبرتری حاصل نہیں ہے۔ سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”کلکم بنو آدم و آدم من تراب“ (مسند بزار رقم الحدیث: ۲۹۳۸) ہر شخص آدمؑ کی اولاد ہے اور حضرت آدمؑ مٹی سے بنائے گئے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعہ برادری، رنگ ونسل اور علاقائیت کی بنا پر کسی بھی قسم کی فوقیت اور ترجیح کی بنیاد کو مسمار کرکے وحدت انسانیت کا ایک عظیم پیغام دیا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: ”لافضل لعربي على عجمي ولالعجمي على عربي ...... إلا بالتقوىٰ“ (مسند احمد رقم الحدیث: ۲۳۵۳۶) کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت و برتری ہے، فضیلت وبرتری کا مدار تو صرف تقویٰ ہے۔

مذکورہ بالا آیات وروایات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اسلام انتشار وافتراق، نفاق وشقاق، بغض و عناد اور پراگندگی کو برداشت نہیں کرتا ہے کیوں کہ جب تمام مسلمانوں کا دین ایک ہے وہ ایک ہی ضابطۂ حیات پر عقیدہ رکھتے ہیں تو پھر ان میں شقاق وانتشار کے کیا معنی؟ اسلام کا بنیادی عقیدہ توحید ہے اس لیے وہ ہر جگہ وحدانیت کی جھلک دیکھنا چاہتا ہے، چنانچہ جب ہم بنیادی ارکان کا جائزہ لیتے ہیں تو ان میں بھی ہمیں اتحاد واجتماعیت کی روح اور عنصر نظر آتا ہے۔ سب سے پہلے جب ہم اسلام کے ارکان میں سے اہم رکن نماز پر غور کرتے ہیں تو یہ بات نظر آتی ہے کہ نماز بظاہر انفرادی عمل ہے۔ جس کا تعلق خالق ومخلوق سے ہے، مگر اس میں بھی حکم دیا گیا کہ فرض نماز مسجد میں جاکر باجماعت ادا کی جائے اور ایک امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا اسلام کے اجتماعی مزاج کی واضح اور روشن علامت ہے۔ اسی طرح جب ہم روزہ پر غور کرتے ہیں جس کا تعلق فرد واحد کے تزکیۂ نفس سے ہے تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزاد نہیں چھوڑ دیا کہ بارہ مہینوں میں جس کو جب سہولت ہو ایک ماہ کا روزہ رکھ لے بلکہ اس کے لیے ایک مہینہ (رمضان المبارک) مخصوص کردیا تاکہ اجتماعی شان نظر آئے۔ اسی طرح زکوٰۃ کو لیجئے اس کے بارے میں بھی اسلامی ہدایت یہ ہے کہ اس کو اجتماعی طور پر ادا کیا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ، خلفاء راشدین اور ان کے بعد متعدد خلفاء ومسلم سلاطین کے عہد تک یہی طریقہ جاری رہا کہ زکوٰۃ کی رقمیں بیت المال میں جمع ہوتی رہیں۔ آپ حج کا مطالعہ کریں تو اس میں بھی اتحاد واجتماعیت کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ تمام حاجیوں کا لباس ایک ہوتا ہے اور پھر سارے کے سارے لوگ ایک ہی جگہ جمع ہوتے ہیں اور اس کے لیے ایام بھی مخصوص ہیں۔ ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ایمان رکھنے والے تمام انسانوں کو تسبیح کے دانوں کی طرح ایک لڑی میں پرویا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔

اتحاد واتفاق کے ساتھ زندگی گزارنے کی فضیلت واہمیت احادیث میں بہت زیادہ بیان کی گئی ہے حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”يد الله على الجماعة ومن شذشذفي النار“ (السنن للترمذی ابواب الفتن باب فی لزوم الجماعۃ ۲/۳۹) ’’اللہ تعالیٰ کا ہاتھ (مدد) جماعت پر ہے اور جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں ڈالا گیا۔‘‘ گویا اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نصرت وحمایت چاہتے ہیں تو ہمیں اجتماعی زندگی گزارنی ہوگی، اتحاد و اتفاق کا ثبوت پیش کرنا ہوگا اور نفاق وشقاق سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔

مسلمان ایک جسم ہیں: ایک دوسری حدیث میں ہے: المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضا (الصحیح للبخاری ۲؍۸۹۰) مسلمانوں کی زندگی دیوار کی طرح ہے۔ جس کی ہر اینٹ دوسری اینٹ سے سہارا پاتی اور سہارا دیتی ہے۔ یہ حدیث مسلمانوں کو اخوت وبھائی چارگی اور انس ومحبت کا درس دیتی ہے اور بتلاتی ہے کہ ایمان کا رشتہ ایک ایسا رشتہ ہے جو خونی رشتہ سے بھی زیادہ مضبوط ومستحکم ہے چنانچہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے عمل سے یہ ثابت کردکھلایا ہے۔

ایک اور حدیث جس میں مسلمانوں کو جسم کے اعضاء سے تشبیہ دی گئی کہ جب جسم کے کسی عضو کو تکلیف پہونچتی ہے تو سر کے بال سے پیر تک پورا جسم کرب واضطراب میں غرق ہوجاتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: المؤمنون كرجل واحد إذا اشتكى رأسه تدعى له سائر الجسد بالحمى والسهر“ (الصحیح لمسلم) تمام مسلمان ایک آدمی کی مانند ہیں کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو تکلیف پہونچے تو جسم کا باقی تمام حصہ بھی بخار اور بے خوابی کا شکار ہوجاتا ہے۔‘‘ یہ حدیث مسلمانوں سے اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ ایک مسلمان کو کوئی تکلیف لاحق ہو تو دوسرا مسلمان اس کو اپنی تکلیف سمجھے، اگر وہ کسی مصیبت وحادثہ کا شکار ہوجائے تو اس کو اپنی مصیبت اور حادثہ تصور کرے، غرضیکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے خوشی وغم میں برابر کا شریک ہو۔

جاہلیت کی موت: مذکورہ بالا آیات وروایات سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر کلمہ گو کے لیے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ وہ جماعتی زندگی گزارے اس لیے کہ جماعتی زندگی اسلام کا مطلوب ومقصود ہے، جماعتی زندگی کا ترک اسلامی زندگی کا ترک ہے اور جماعتی زندگی سے علاحدہ ہوکر انفرادی زندگی بسر کرنا جاہلیت کی زندگی ہے اور جس کی موت انفرادی زندگی پر ہوگی اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عن أبي هريرة سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من خرج من الطاعة وفارق الجماعة ثم مات فمات ميتة جاهلية (الصحیح لمسلم ج۲ ص۱۲۸) ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا جو شخص امیر کی اطاعت سے علاحدہ ہوگیا اور جماعت کو چھوڑ دیا پھر اس پر اس کی موت ہوگئی تو وہ جاہلیت کی موت مرا‘‘۔

مختصر یہ کہ اتحاد واتفاق حیات ہے اور افتراق وانتشار موت، پس جاہلیت کا دوسرا نام تفرقہ ہوا اور اسلام کا دوسرا نام جماعت اور التزام جماعت ہوا (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ کیا ھے

مولانا رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ ہمارے ایمان وعقیدے کا ایک حصہ ہے،اسے ہماری عقل اور جسم وروح کے رگ وریشے میں رچ بس جانا چاہئے اور اس کا اعلان کرنا چاہئے کہ ہم ہر حال میں حکم الٰہی کی اطاعت کریں گے؛ کیونکہ اسلام تمام مسلمانوں کو نظم واتحاد کے ساتھ زندگی گذارنے کی تعلیم دیتا ہے، وہ انتشار اور خودسری کو قطعا برداشت نہیں کرتا اس لئے کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ انفرادی زندگی میں تو خدا کے احکام کی پیروی کرے مگر اجتماعی زندگی میں من مانی اور خودرائی کی راہ اختیار کرے ایسی زندگی کسی طرح بھی اسلامی زندگی نہیں کہی جاسکتی۔جس اسلام نے خالص عبادات جیسے انفرادی اعمال کو بھی ایک خاص نظم وڈسپلن کے ساتھ ادا کرنے کا حکم دیا ہو وہ اجتماعی زندگی میں انتشار اور خودسری کو کیسے برداشت کرسکتا ہے،اسلام کا یہ خاص وصف ہے جو اسے سارے ادیان ومذاہب سے ممتاز کرتا ہے کہ اس کے جملہ احکام ونظام میں اجتماعیت کی روح کارفرما ہے۔اسلام کی یہی وہ خصوصیت ہے جس نے عرب کے وحشی اور آپس میں پشتہا پشت تک لڑنے والے قبائل میں اخوت وہمدردی کا بے پناہ جذبہ پیدا کردیا اور ایک ایسی طاقت بنادیا جس کو قرآن پاک کے بلیغ الفاظ میں بنیان مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) سے تعبیر کیا گیا ہے۔لہٰذا اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ تنظیم واتحاد اور طاقت وقوت کا اصل سرچشمہ اسلام کی بتائی ہوئی جماعتی زندگی میں پوشیدہ ہے۔اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جماعتی زندگی کا کوئی تصور مرکزیت کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔اسلامی حکومتوں میں یہ مرکزیت خلیفہ یا حکمرانوں کو حاصل ہوتی ہے، جس کے ذریعہ اسلام کے تمام اجتماعی احکام وقوانین جاری ونافذ ہوتے ہیں اور سارے مسلمان اس کی اطاعت کرتے ہوئے ایک اجتماعی نظام میں منسلک رہتے ہیں۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جہاں قوت واقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ ہو تو کیا ایسے ملک میں وہ سارے احکام وقوانین جو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے متعلق ہیں ترک کردیئے جائیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔بلکہ ایسی صورت میں اسلامی شریعت کی رو سے مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے میں سے کسی صالح اور دین دار شخص کو اپنا امیر شریعت (شرعی سردار) منتخب کرلیں اور اس کے ذریعہ ممکن حد تک تمام شرعی امور کا اجراء ونفاذ عمل میں لائیں اور ان کو امیر کی اطاعت کا جو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کریں۔"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنكُمْ" اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی ،اور اس امیر کی اطاعت کرو (یعنی حکم مانو) جو تم مسلمانوں میں سے ہو،خدا کا شکر ہے کہ علماء کرام اور دردمندانِ ملت اس فریضہ سے غافل نہ رہے اور آج سے سو سال پہلے انہوں نے صوبہ، بہار واڑیسہ کے مسلمانوں کی ایک شرعی تنظیم قائم کردی جو امیر شریعت کے ماتحت مسلمانوں کو منظم ومتحد رکھنے اور نظام شرعی کے قیام وتحفظ کے لیے مسلسل کوشش کررہی ہے۔پورے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام جس اجتماعی زندگی کا مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے،موجودہ دور میں امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ اس کی بہترین عملی شکل ہے، ۱۳۳۹ھ میں مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس فریضۂ دینی کی طرف علماء کو متوجہ کیا،اجتماعی نظام کے قیام کی دعوت دی اور حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ،حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحبؒ سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ،قطب دوراں حضرت مولانا محمد علی مونگیر رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ رحمانی مونگیر کی تائید وحمایت سے ۱۹۲۱ء میں امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آیا۔ملک کے مشاہیر علماء اور مشائخ نے روز اول ہی سے امارت شرعیہ کے قیام،اس کے نصب العین اور طریقۂ کار کی پرزور تائید کی الحمدللہ یوم تاسیس سے اب تک امارت شرعیہ ملت کی عظیم خدمات انجام دے رہی ہے اور اس کا اثر بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ اور بنگال سے باہر پورے ملک میں محسوس کیا جاتا ہے۔اہم ملی مسائل میں اس کے جرأت مندانہ فیصلوں پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

امارت شرعیہ کا نظامِ کار:امارت شرعیہ کا نظام کار آٹھ بنیادی اور اہم شعبوں شعبۂ تبلیغ، شعبۂ تنظیم، شعبۂ تعلیم، دارالقضاء، دارالافتاء، دارالاشاعت، تحفظ مسلمین، دارالمشاریع، شعبہ اصلاحات اراضی، شعبہ تحفظ اوقاف، بیت المال پر مشتمل ہے جن کے ذریعہ دین وملت کی جملہ اہم خدمات انجام پارہی ہیں اور موجودہ حالات میں اس کی اہمیت اور کارگذاری روز بہ روز بڑھتی جارہی ہے،ان کے علاوہ بھی کچھ دیگر ذیلی شعبے شعبہ امور مساجد، شعبہ تعمیر، ریلیف فنڈ ہیں، جو اپنے دائرے میں کام انجام دے رہے ہیں۔

۱-شعبۂ دعوت وتبلیغ:شعبۂ دعوت وتبلیغ امارت شرعیہ کا اہم ترین شعبہ ہے جو مسلمانوں میں دین سے گہرا تعلق پیدا کرنے اور غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت کا کام انتہائی نامساعد حالات میں بھی انجام دیتا رہا ہے، غیر اسلامی رسم کو مٹانے، اتحاد وتنظیم کے ساتھ زندگی گذارنے، معاشرہ کی اصلاح، معروف کو جاری کرنے اور منکرات کو مٹانے کی راہ میں اس شعبہ کے ذریعہ بیش بہا خدمات انجام دی گئی ہیں۔خصوصیت کے ساتھ قدرتی حادثات اور فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر مصیبت زدہ انسانوں کی مدد کرنا (جو بڑا اہم کام ہے) حضرات مبلغین وعمال ہی کی محنت اور جذبۂ اخلاص وایثار سے انجام پاتا ہے۔شعبہ دعوت میں کئی ممتاز علماء کرام کی بھی خدمات حاصل ہیں۔

۲-شعبۂ تنظیم:اس شعبہ کے ذریعہ مسلمانوں کو کلمہ کی بنیاد پر متحد کیا جاتا ہے افتراق وانتشار سے بچایا جاتا ہے اور ایک امیر کے ماتحت رہ کر زندگی گذارنے کی تلقین کی جاتی ہے۔اب تک بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے ہزاروں مقامات پر امارت کی تنظیم قائم ہوچکی ہے،لیکن پوری آبادی کے تناسب سے کام ابھی بہت باقی ہے۔کوشش کی جارہی ہے کہ کوئی مقام ایسا نہ رہے جہاں تنظیم قائم نہ ہو۔مسلمانوں کی طاقت کی اصل بنیاد تنظیم ہی ہے۔تنظیم واتحاد ہی کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی تعمیر نو کا کام ہوسکتا ہے۔اسی لئے اس کے ذریعہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مختلف علاقوں میں وفود کے دورے ہوا کرتے ہیں۔

۳-دارالافتاء:امارت شرعیہ کے اس اہم شعبہ سے ملک وبیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں دینی مسائل کے جواب دیئے جاتے ہیں، اب تک چھ لاکھ سے زائد فتاویٰ کے جوابات دیئے جاچکے ہیں۔ان فتاویٰ کی پانچ جلدیں "فتاویٰ امارت شرعیہ" کے نام سے طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں، چھٹی جلد کی ترتیب کا کام جاری ہے۔جو اہل علم کے لئے گرانقدر علمی سرمایہ ہے۔

۴-دارالقضاء:امارت شرعیہ کا یہ سب سے اہم اور اپنی نوعیت کا منفرد شعبہ ہے، یہاں مسلمانوں کے باہمی جھگڑے بالخصوص طلاق، فسخ نکاح اور وراثت وغیرہ کے مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔دوسری نوعیت کے سول مقدمات بھی یہاں فیصل ہوتے ہیں۔اب تک ۴۰۰۰ ۷ہزار مقدمات کے فیصلے ہوچکے ہیں،مرکزی دارالقضاء کے علاوہ بہار، جھارکھنڈ اور بنگال کے ۸۶؍مقامات پر ذیلی دارالقضاء قائم ہیں اور قضاۃ مقرر ہیں۔مرکزی دارالقضاء میں اوسطاً سالانہ پانچ سو مقدمات دائر ہوتے ہیں۔دارالقضاء میں صرف ڈاک خرچ کے لیے فیس لی جاتی ہے۔

۵-دارالاشاعت:امارت شرعیہ کے اس شعبہ سے دینی ومذہبی موضوعات پر کتابیں اور رسالے شائع ہوتے ہیں۔اب تک ایک سو سے زیادہ کتابیں اور رسالے شائع ہوچکے ہیں۔امارت شرعیہ کا ترجمان "نقیب" ہفتہ وار اسی دارالاشاعت سے شائع ہوتا ہے۔جو امارت شرعیہ کا تحریری چہرہ ہے،نقیب کی ایک نہایت روشن تاریخ ہے۔اس نے ہمیشہ دین وملت کی ترجمانی نہایت دلیری اور جرأت کے ساتھ کی ہے اور مسلمانوں کی ہر موقع پر رہنمائی کی ہے۔ملکی اور ملی مسائل میں حق گوئی اور بے باکی اس کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔امارت شرعیہ کی خدمات سے واقفیت کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے۔خوبصورت طباعت اور دیدہ زیب کاغذات پر ۱۶؍صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا سالانہ چندہ ۴؍سو روپے ہے۔تجارتی اصولوں پر کتابوں کی فروختگی کے لیے "مکتبہ امارت" قائم ہے جہاں سے امارت شرعیہ کی شائع کردہ کتابوں کے علاوہ دیگر دینی کتابیں بھی فروخت کی جاتی ہیں۔

۶-تحفظ مسلمین:مسلمانوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت، ان کے مذہب وشرعی قوانین کو حکومت کے دست بُرد سے بچانا، مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ اور اس کے لیے مطالبہ کرنا، ناگہانی آفات اور فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر مصیبت زدوں کی مدد، سرکاری نصابی کتابوں کی اصلاح کے لیے جدوجہد کرنا وغیرہ اس شعبہ کے خاص مقاصد ہیں۔ایسے تمام موقعوں پر امارت شرعیہ کی خدمات بے مثال رہی ہیں۔بہار اور ملک کے بعض دوسرے مقامات پر ہونے والے فسادات میں امارت شرعیہ کے کارکنوں کو فوراً پہنچ کر ریلیف پہونچانا اور مسلمانوں میں خوف وہراس دور کرکے اعتماد پیدا کرنا؛ تاکہ مسلمانوں کو اس ملک میں ایک باعزت شہری کا مقام حاصل رہے۔

۷-شعبۂ تعلیم:امارت شرعیہ کے اس شعبہ کے تحت صوبہ کے مختلف مقامات پر دینی مکاتب ومدارس قائم ہیں۔دینی تعلیم کی ترویج واشاعت امارت کے خاص مقاصد میں ہے۔تقریباً ڈھائی سو مکاتب امارت شرعیہ کی نگرانی میں چل رہے ہیں،امارت شرعیہ کی کوشش یہ ہے کہ ہر آبادی میں مکتب کا خود کفیل نظام قائم ہوجائے جس کے لئے کوشش جاری ہے ،اس کے علاوہ مسلمان طالب علموں میں جدید اعلیٰ تعلیم کی ہمت افزائی کرنا بھی اس کا مقصد ہے، چنانچہ میڈیکل اور انجینئرنگ کے غریب طلبہ کو وظائف دینے کے لیے ایک فنڈ بھی "تعلیمی فنڈ" کے نام سے قائم ہے بوقت ضرورت اس سے انجینئرنگ اور میڈیکل کی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو ماہانہ وظیفہ دیا جاتا ہے۔گریڈیہہ اور رانچی میں امارت پبلک اسکول قائم ہے۔

۸-بیت المال: بیت المال امارت شرعیہ کا کلیدی شعبہ ہے جو دراصل ایک اسلامی خزانہ بھی ہے جس میں مسلمانوں کی زکوٰۃ وصدقات اور عطیات کی رقوم جمع ہوکر اپنے صحیح مصارف میں اور اہم دینی وملی کاموں میں خرچ ہوتی ہیں۔مندرجہ بالا شعبوں اور ان کے ذریعہ انجام پانے والی تمام خدمات کے مصارف بیت المال ہی پورا کرتا ہے۔اس طرح اس کو تمام شعبوں میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اور ان کی کارکردگی کا زیادہ تر انحصار بیت المال کے استحکام پر ہے۔یہاں سے فقراء ومساکین، بیوگان ویتامیٰ اور دوسرے محتاجوں کو مستقل امداد اور ماہانہ وظیفے دیئے جاتے ہیں، دور دراز علاقوں میں قائم مکاتب کے اساتذہ کو بھی وظائف دیئے جاتے ہیں۔دینی تعلیم حاصل کرنے والے نادار طالب علموں کو ماہانہ اور وقتی وظائف جاری کئے جاتے ہیں۔فرقہ وارانہ فسادات، حادثات کے موقعوں پر مصیبت زدوں کی مدد کی جاتی ہے ان کے علاوہ دین وملت کے مختلف کاموں میں بیت المال سے رقمیں صرف کی جاتی ہیں۔

۹-المعہد العالی:امارت شرعیہ کے شعبۂ افتاء وقضاء کے تحت فقہ اسلامی سے خصوصی مناسبت رکھنے والے فضلاء مدارس کی تربیت کا کام "المعہد العالی" کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔اس میں ہر سال شوال کے مہینہ میں صوبہ وبیرون صوبہ کے باصلاحیت علماء کا داخلہ لیا جاتا ہے۔اس کا نصاب دو سالہ ہے،اس میں درس کے ساتھ افتاء کی عملی تربیت، قضاء کے مقدمہ کی سماعت اور فیصلہ لکھنے کی عملی مشق کرائی جاتی ہے،اس شعبہ سے ڈیڑھ سو سے زائد ایسے علماء تربیت پاکر نکل چکے ہیں جو ملک کے مختلف حصوں میں افتاء وقضاء اور درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۰-دارالعلوم الاسلامیہ:امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کی نگرانی میں ایک دینی وتعلیمی ادارہ "دارالعلوم الاسلامیہ" کے نام سے قائم ہے جو رضا نگر گون پورہ پھلواری شریف پٹنہ میں واقع ہے، یہاں حفظ وتجوید کے علاوہ فضیلت تک کی تعلیم ہورہی ہے اور تعلیم وتربیت وطعام وقیام کا بہترین نظم ہے۔جس کی وجہ سے یہ ادارہ روز افزوں ترقی پر ہے اور عوام وخواص کو اعتماد حاصل ہے۔ساڑھے چار سو سے زائد طلبہ کے طعام وقیام کا نظم من جانب ادارہ ہے۔

۱۱-وفاق المدارس الاسلامیہ:ہندوستان میں دینی مدارس نے شرعی علوم کی حفاظت وترویج اور نئی نسل کی دینی تعلیم وتربیت کا عظیم الشان فریضہ انجام دیا ہے۔ہمارے صوبہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ میں یہ مدارس ہزاروں کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔ان مدارس کی ایک بڑی تعداد بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ پٹنہ سے ملحق ہے اور انہیں سرکاری امداد بھی ملتی ہے۔ان کے علاوہ بڑی تعداد ان آزاد دینی مدارس کی ہے جو ملحق نہیں ہیں۔ایسے مدارس کے درمیان ربط وہم آہنگی پیدا کرنے، ان کے معیار تعلیم کو بلند کرنے کے لیے امارت شرعیہ کے تحت "وفاق المدارس الاسلامیہ" کا قیام ہوا ہے، جس کے ذریعہ یکساں نصاب تعلیم کا اجراء، اساتذہ کی ٹریننگ اور مدارس کے سالانہ امتحان کا نظم ہوتا ہے۔

۱۲-کتب خانہ: کتب خانہ امارت شرعیہ کی مرکزی بلڈنگ کی دوسری منزل کے ایک وسیع ہال میں واقع ہے جس میں مختلف علوم وفنون کی کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔علمی وتحقیقی کام کرنے والے حضرات صوبہ وبیرون صوبہ سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔اس لائبریری کو مزید علمی وتحقیقی مراجع وفتاویٰ سے آراستہ کیا جارہا ہے تاکہ علمی وتحقیقی کام کرنے والے پوری طرح استفادہ کرسکیں۔

۱۴-امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ :امارت شرعیہ نے دینی تعلیم کے فروغ کے ساتھ اعلیٰ ٹیکنیکل تعلیم کو عام کرنے پر توجہ دی ہے۔اس کے لیے "امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ" قائم ہے۔اس ٹرسٹ کے ذریعہ آٹھ ٹیکنیکل ادارے پھلواری شریف، دربھنگہ، پورنیہ، راورکیلا اور ساٹھی (مغربی چمپارن) میں چل رہے ہیں، اسی طرح عام انسانی خدمت کے لیے مولانا سجاد میموریل اسپتال پھلواری شریف میں قائم ہے جس میں آؤٹ ڈور کے ساتھ عورتوں وبچوں کے لیے بیڈ کا نظم ہے۔غریب مریضوں کو مفت دوائیں بھی دی جاتی ہیں۔اس کے تحت پیتھالوجی، آنکھ کے علاج، اکسرے، ٹیکہ وغیرہ کا بھی نظم ہے۔ہر سال آنکھ کے آپریشن کا مفت کیمپ بھی لگتا ہے۔اس کے تحت ایمبولینس گاڑیاں ہیں جو ۲۴ گھنٹے خدمت کے لیے تیار رہتی ہے۔جہاں سے ہزاروں لوگوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے۔امارت شرعیہ کی ہمہ جہت خدمات کے پیش نظر اصحاب خیر سے مخلصانہ اپیل ہے کہ امارت شرعیہ کی بھرپور مدد کریں اور یقین مانئے کہ کار خیر میں حصہ لینے سے اللہ تعالیٰ کاروبار میں برکت عطا فرماتے ہیں اور زندگی کو ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرات علماء مبلغین وکارکنان امارت شرعیہ کے مالیاتی دوروں کی تفصیل

رمضان المبارک ۱۴۴۵ھ میں مالی فراہمی کے لئے حضرات مبلغین، عمال اور کارکنان امارت شرعیہ حسب ذیل علاقے کا دورہ کریں گے، اہل خیر حضرات سے اپیل ہے کہ زکوۃ وصدقات اور خصوصی عطیات سے امارت شرعیہ کا تعاون فرمائیں، اگر کسی جگہ امارت شرعیہ کا کوئی بھی نمائندہ نہیں پہنچے تو بذریعہ منی آرڈر یا چیک وڈرافٹ ناظم بیت المال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ 801505 کے پتہ پر بھیج دی جائے، چیک یا ڈرافٹ پر صرف یہ لکھا جائے۔ BAITUL MAL IMARAT SHARIAH PATNA

صوبہ مغربی بنگال

- جناب مولانا فلاح الدین صاحب قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ کولکاتا: پارک سرکس، کانکی نارا، وغیرہ کولکاتا
- جناب مولانا محمد ضمیر الدین قاسمی صاحب قاضی شریعت امارت شرعیہ فیرس لین: شہر کولکاتا ومضافات
- جناب مولانا مفتی محمد اکبر حسین مظاہری، معاون قاضی شریعت امارت شرعیہ توپسیا: خضر پور، مٹیا برج، بیل گچھیا۔
- جناب مولانا محمد عباس مظاہری صاحب عامل امارت شرعیہ:
منگلا ہاٹ، بارکپور، اکرہ، چٹا بازار، مٹیا برج، دمدم، کمرہٹی، ضلع ہگلی، رشرا، ہوڑہ، کاکی نارہ، چندن نگر ومضافات کولکاتہ
- جناب مولانا مفتی زبیر احمد قاسمی صاحب قاضی شریعت آسنسول:
بردوان، درگاپور، جموڑیا، ریل پار، تالڈانگہ، چیرکونڈا،، شبلی باڑی، بودہ، وغیرہ
- جناب مولانا رئیس احمد رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: شہر کولکاتا ومضافات
- جناب مولانا محمد فخر الدین قاسمی صاحب قاضی شریعت دارالقضاء پرولیا: ضلع پرولیا مغربی بنگال
- مولانا ضیاء الاسلام قاسمی دارالقضاء امارت شرعیہ: مرشدآباد، مرارے بنگال وملحقہ مواضعات، مہیش پور جھارکھنڈ

صوبہ مہاراشٹر، مدھیہ پردیش و گجرات

- جناب مولانا سراج الدین قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ شمسیہ گوڑ گاواں، گڈا:
مالیگاؤں، جل گاؤں، دھولیہ، ناسک، کٹھور، بھوساول، مہاراشٹر وغیرہ
- جناب مولانا سعید اسعد صاحب کارکن دارالقضاء آسنسول:
بھوپال، اندور، کھنڈوا، ناگپور، اسلام پور، اے ڈی ڈی کالونی، برن پور، آسنسول بازار، کمارڈوبھی۔ آسنسول، بڑاکر، کلٹی،، رانی گنج نعمت پور، اکھڑا بازار، انڈال، قریشی محلہ، نیا محلہ وغیرہ

صوبہ کرناٹک وتامل ناڈو

- جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ:
مدراس، ویلور، گڑیاتم، وانمباڑی، میل وشارم، حاسن، بنگلور، میسور وغیرہ

صوبہ آندھرا پردیش وتلنگانہ

- جناب مولانا صبغت اللہ قاسمی معاون قاضی دارالقضاء امارت شرعیہ کٹک:
حیدرآباد، وجے واڑہ، سکندرآباد، وشاکھاپٹنم۔

صوبہ راجستھان

- جناب مولانا احمد حسین قاسمی صاحب معاون ناظم امارت شرعیہ: جے پور، جودھ پور، بیلگام، ہبلی۔

صوبہ یوپی

- جناب مولانا سعود اللہ رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
بھدوہی، بنارس، مئوناتھ بھنجن، خیرآباد، مبارک پور، کوپاگنج، گورکھپور، بلیا، دیوریا، رانی ساگر وغیرہ

شہر دہلی

- جناب مولانا مفتی محمد وصی احمد قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت:
اوکھلا، جامع مسجد، قصاب پورا، چمیلیان روڈ، بلیماران، کھاڑی باؤلی، شیش محل، اندرلوک تری نگر۔ شاہین باغ، ذاکر نگر، وغیرہ۔
- جناب مولانا عبدالقادر قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
جعفرآباد، سیلم پور، نوئیڈا، لچھمی نگر، سرائے کالے خان، ، باڑہ ، ہندوراؤ، برف خانہ دہلی وآگرہ، فریدآباد، گورگاؤں
- جناب مولانا عبداللہ جاوید صاحب: تنظیم امارت شرعیہ
شہر دہلی حلقہ نبی کریم، سرائے خلیل، سلطان پوری، شاشتری نگر، لکچھمی نگر، لدھیانیہ
- مولانا مفتی راشد انور قاسمی صاحب دارالقضاء امارت شرعیہ پٹنہ: قرول باغ، بوانہ واطراف شہر دہلی

صوبہ جھارکھنڈ

- جناب مولانا مفتی محمد انور قاسمی صاحب قاضی شریعت رانچی:
ڈورنڈہ، رحمت کالونی، منی ٹولی، دھروا، پنڈولی، نیاسرائے، موری، بلسوکرا، سونس وغیرہ
- جناب مولانا محمد ارشاد رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
رانچی شہر، توریا، تپکرا، کھونٹی، ہزاری باغ، بڑکاکانا، چترا، بالوماتھ، لوہردگا۔
- جناب مولانا محمد شاہد قاسمی صاحب قاضی شریعت دھنباد: جھریا، جگ جیون نگر، کوئلہ بھون، شہر دھنباد وغیرہ
- جناب مولانا کلیم اللہ مظہر صاحب قاضی شریعت چترپور: چترپور، رام گڑھ ومضافات
- جناب مولانا عبدالجبار صاحب مبلغ امارت شرعیہ: جامتارا، چترنجن، پیرپینتی، صاحب گنج، تین پہاڑ، راج محل، پاکوڑ، دمکا
- جناب حافظ شہاب الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
سوانگ، کٹھرہ، کرپتیا، پھسرو بازار، بوکارو، اسٹیل سیٹی، گومیا سنڈے بازار، چندرپور وغیرہ
- جناب مولانا سعود عالم قاسمی صاحب قاضی شریعت جمشید پور: شہر جمشید پور ومضافات
- جناب مولانا شمس الحق قاسمی قاضی شریعت بتیا: شہر گریڈیہہ، بھنڈاری ڈیہہ وشہر بتیا چمپارن
- جناب مولانا محمد افروز سلیمی قاسمی صاحب کارکن دارالقضاء جمشید پور:
شہر جمشید پور، موسی بنی، مئوبھنڈار، چکولیا، گوئیل، کیرہ، ہلدی پوکھر، چائباسہ، چکردھر پور، راج کھرسواں وغیرہ
- جناب مولوی ممتاز احمد صاحب سابق منیجر مکتبہ امارت شرعیہ:
جلوہ آباد، کوڈرما، مرکچو، ڈمچانچ، حسن آباد، چھتربر، جھمری تلیا، راج دھنورا، کھوری مہوا وغیرہ

صوبہ اڈیشہ

- مولانا عبدالودود صاحب قاضی شریعت راورکیلا
- جناب مولانا عتیق الرحمٰن صاحب قاسمی معلم مکتب امارت شرعیہ
- جناب مولانا کرامت حسین صاحب معلم راورکیلا:
شہر راورکیلا، اسپات مارکیٹ، لوہنی پاڑہ، بنئی گڑھ، پان پوس، بنڈامنڈا، منوہر پور، کوئل بینک، بیل پہاڑ، برج راج نگر، رائے گڈھ، بلاسپور، سمبلپور، گوئل کیڑا، سکٹر ۱۵ راورکیلا، بنجنی، راج نگر، ٹیلاگڑھ، سندرگڑھ وغیرہ

صوبہ آسام

- جناب مولانا عبدالباری راہی مبلغ امارت شرعیہ:
تین سکیا، ڈبروگڑھ، جوڑہاٹ، سیلا پتھار، نورتھ لکھیم پور، گوہاٹی، شیلانگ، گوالپارہ، کوچ بہار، سیب، ساگرالنگ، ایٹہ نگر اروناچل پردیس اور مضافات

صوبہ چھتیس گڑھ

- جناب مولانا وسیم اختر قاسمی قاضی شریعت گیا: امبیکاپور، ودیگر اضلاع چھتیس گڑھ وشہر گیا ومضافات

صوبہ بہار

- جناب مولانا مفتی اسعد عثمانی، قاضی شریعت جوگبنی
بتھناہا، جوگبنی مختلف محلہ جات، رانی بستی، مٹی اروہ، براٹ نگر، دوہبی، دھران، ضلع مورنگ، سپتری وسنسری، نیپال
- مولانا ارشد قاسمی، قاضی شریعت پورنیہ۔ شہر پورنیہ وغیرہ
- جناب مولانا افتخار قاسمی صاحب کارکن امارت شرعیہ: شہر پورنیہ، گلاب باغ وغیرہ
- جناب مولانا ابوالقاسم رحمانی معاون قاضی امارت شرعیہ: شہر سوپول ومضافات
- جناب مولانا منظر احسن صاحب مبلغ امارت شرعیہ۔ کلیا گنج، ٹھاکر گنج، دیگھل بینک، کوچادھامن، ہلدی کھوڑا۔
- جناب مولانا عبدالحق صاحب، کارکن دارالقضاء کٹیہار۔ شہر کٹیہار ومضافات
- جناب مولانا محمد عتیق اللہ رحمانی قاضی شریعت ارریہ: شہر ارریہ، گیاری، زیرومائل ومضافات
- جناب مولانا شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی امارت شرعیہ: سہرسہ بستی، سہرسہ شہر وسمری بختیار پور۔
- مولانا نصیر الدین مظاہری: شہر نوادہ ومضافات وشہر کانپور (یوپی)
- جناب مولانا ارشد قاسمی صاحب قاضی شریعت کشن گنج۔ شہر کشن گنج ومضافات
- جناب مولانا صابر حسین قاسمی صاحب: ہارون نگر، سیکٹر ۱-۲-۳ پھلواری شریف پٹنہ
- مولانا فیاض عالم صاحب قاضی شریعت مدھے پورہ۔ شہر مدھے پورہ
- جناب مولانا مجیب الرحمٰن قاسمی بھاگلپوری معاون قاضی امارت شرعیہ:
چمپانگر، ناتھ نگر، سنہولہ، ہنوارہ، کہل گاؤں (بھاگل پور) کمہرار، داؤد بیگہہ (پٹنہ)
- جناب مولانا شعیب عالم قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
سوپول بیرول ضلع دربھنگہ، مونگیر، تارا پور، حویلی کھڑکپور، غازی پور، بھاگلپور، وغیرہ۔
- جناب مولانا مزمل حسین قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ
گوگری، جمال پور، کڑوا موڑ، مہتاب نگر،، پیر الطیف، جلکوڑہ، سہسی، جوگیا، شہر کھگڑیا۔
- جناب مولانا افتخار احمد قاسمی صاحب، قاضی شریعت آڑھا: آڑھا، جمہریا ومضافات (جموئی)
- جناب مولانا محمد ارشد رحمانی صاحب آفس سکریٹری نظامت امارت شرعیہ:
شہر آرہ، کوئیلور ضلع بھوجپور، معین پورہ، خواجہ پورہ، دیگھا، شاشتری نگر پٹنہ ومضافات۔
- جناب مولانا شمیم اختر مظاہری صاحب معلم دھنباد
گیا، شیرگھاٹی، ٹکاری، ڈہری اون سون، کواتھ، رسول پور، بھٹواں، وغیرہ
- مولوی مطیع اللہ مبلغ امارت شرعیہ۔ رفیع گنج، ہنٹر گنج، جوڑی، سرواں بازار، داؤدنگر، اورنگ آباد۔
- جناب مولانا قاضی اطہر صاحب قاضی شریعت ڈھاکہ: شہر ڈھاکہ۔
- جناب مولانا شاہ نواز عالم مظاہری امارت شرعیہ:۔ ستارہ، کراڈ، رتناگری، گوا، کشن گنج، بہادر گنج، وغیرہ

Scanned with CamScanner

حضرات علماء مبلغین وکارکنان امارت شرعیہ کے مالیاتی دوروں کی تفصیل

صوبہ بہار

جناب مولانا محمد ظہیر الحسن شمسی رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
حاجی پور، چھپرہ، تھاوے، فتحہ، گوپال گنج، ، بیلا، مٹھیا، خدائی باغ، اولہن پور، محمد پور پچر وکھی، بھادا، مسہری، وغیرہ۔

مولوی سراج الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ: بیرگنج، بیرگنیا، چھوراداتو، گھوڑاصحن، رکسول، موتیہاری مشرقی چمپارن

قاری مجیب الرحمٰن استاذ تحفیظ القرآن امارت شرعیہ: سیتامڑھی شہر، پوپری وکھیتان مارکیٹ، باؤلی محلہ پٹنہ۔

مولانا محمد نوشاد عالم صاحب مبلغ امارت شرعیہ: کھرگون، بھیکن گاؤں، اجین۔ بروانی، دھار، مہومدھیہ پردیش،

جناب مولانا سلطان صاحب دارالقضاء یکہتہ: امروہہ، ہاپوڑ، لوکہی، سنگرام، پپرولیا، رحمان گنج

مولوی فیروز عالم مبلغ امارت شرعیہ: پیرو، بکرم گنج، ناصری گنج، بھوجپور، ڈمراؤں، بکسر وغیرہ

جناب مولانا قاضی امان اللہ صاحب قاضی شریعت سمستی پور: متھراپور، اکبرپور ملکی، وارث نگر، رودولی، اسٹیشن روڈ، ستمل پور، ، دھرم پور، نیو کالونی، موہن پور، مسری گھڑاری، ضلع سمستی پور

جناب مولانا محبوب رحمانی ندوی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
نوہٹہ، مجھول، بھلاہی، کرہرا، سونبرساراج، سٹین آباد بیجناتھ پور ثور بازار ضلع سہرسہ، سیکر، مکرانہ، چورو، جھنجھنو وغیرہ

مولانا زین الحق صاحب مبلغ امارت شرعیہ:، ماڈل کالونی داناپور پٹنہ، سرجاپور، چھاتاپور، پپرا بازار، بھوکراہی، قدم پورہ، بھپٹیاہی، سرائے گڑھ، جدیا بازار، وتربنی گنج ضلع سوپول

جناب سمیع الحق صاحب سابق نائب انچارج بیت المال امارت شرعیہ:
پاٹلی پترا کالونی، بورنگ روڈ، کرشناپوری، بیلی روڈ، راجیونگر ومضافات

جناب مولانا مطیع الرحمٰن شمسی کارکن دارالقضاء امارت شرعیہ: کربگھیا، کنکر باغ، راجندر نگر، شریف کالونی، پتھر کی مسجد، عظیم آباد کالونی، گولک پور، شاہ گنج، سلطان گنج، ترپولیا، عالم گنج، نیو عظیم آباد کالونی وغیرہ

جناب مولانا رضوان احمد ندوی نائب مدیر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ:
سبزی باغ، رمنہ روڈ، پٹنہ مارکیٹ، ہتھوا مارکیٹ، مرادپور، فقیرواڑہ، لنگرٹولی، خزانچی روڈ وغیرہ

جناب مولانا امتیاز احمد قاسمی معاون قاضی امارت شرعیہ:
پچھم دروازہ، مال سلامی، ملت کالونی پھلواری شریف، سرانڈی، قاضی نگر، آر کے نگر۔

جناب مولانا محمد مجیب الرحمٰن قاسمی دربھنگوی معاون قاضی امارت شرعیہ: چتکوہرہ، آفیسرز فلیٹ، ایم ایل اے فلیٹ، گردنی باغ، بیٹھاپور، علی نگر کالونی، نیوملت کالونی، آر کے نگر، سجاد نگر، پولیس کالونی، انیس آباد، ہائی کورٹ مسجد

جناب سید محمد خبیب قادری کارکن بیت المال امارت شرعیہ: خانقاہ محلہ، عیسیٰ پور، نئی آبادی وغیرہ

جناب مولانا بدر انیس قاسمی کارکن دارالقضاء امارت شرعیہ:
پالی، بکرم، نوبت پور، دلہن بازار، سنگھرہ، پپلاواں، آدم پور، ناریل گھاٹ، لال کوٹھی، داناپور شہر، کرجی، دجرا، بانس گھاٹ۔

جناب مفتی احتکام الحق قاسمی صاحب نائب مفتی امارت شرعیہ
سمن پورہ، اندراپوری، مجسٹریٹ وایل جی کالونی، تاج نگر ونئی آبادی پھلواری شریف۔

جناب مولانا مطیع الرحمٰن مبلغ امارت شرعیہ۔ بختیار پور، باڑھ، مکامہ، لکھی سرائے، سکندرہ، چیورا، شیخ پورہ۔

جناب مولانا وصی احمد قاسمی قاضی شریعت ٹیڑھاگاچھ، کشن گنج: حلقہ ٹیڑھاگاچھ وملحقہ مواضعات

جناب مولانا عبدالواحد قاسمی قاضی شریعت دین بندھی:
بلوابازار، بیرپور بازار، دین بندھی وملحقہ مواضعات

جناب مولانا اصغر صاحب قاضی شریعت جہان آباد شہر جہان آباد، ارکی، فولادپور، شکور آباد۔

جناب مولانا ارشد علی رحمانی قاضی شریعت دربھنگہ: شہر دربھنگہ

جناب مولانا عبدالباری قاسمی صاحب معاون قاضی دارالقضاء سیوان: شہر سیوان، ہری ہانس ومضافات۔

جناب مولانا محمد اشتیاق قاسمی معاون دارالقضاء بسوریا وبگہا: حلقہ دیوراج مغربی چمپارن

جناب حافظ عمیر صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
اندور، اجین ومضافات مدھیہ پردیش، ومنی گاچھی، بینی پور، بلاک ضلع دربھنگہ

مولانا غلام سرور مظاہری مبلغ امارت شرعیہ: برسونی پورنیہ، ڈگروا، بائسی، امور، روٹا۔

مولانا محمد صلاح الدین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ: کاواچکنوٹہ، سرائے، بھگوانپور، شاہ پور پٹوری ویشالی، سنگھیا

جناب مولانا رضی احمد ندوی صاحب قاضی شریعت امارت شرعیہ مونگیر:
بہار شریف (بہار) شہر ممبئی، بائیکلہ، مدن پورہ، سائن، دھراوی، مومن پورہ، وی ٹی، قلابہ، ناگ پاڑہ ممبئی۔

جناب مولانا محمد نعمان اختر قاسمی صاحب قاضی شریعت جھاجھا: جھاجھا وجموئی وملحقہ مواضعات جموئی

جناب مولانا جرجیس احمد قاسمی معاون قاضی بیگوسرائے: شہر بیگوسرائے ومضافات

مولانا محمد رضوان عالم مظاہری مبلغ امارت شرعیہ: سنکھیشوراستھان، مرلی گنج، بھرکھی، کمارکھنڈ۔ ضلع مدھے پورہ

مولانا مجاہد الاسلام رحمانی پورنوی مبلغ امارت شرعیہ:
دراجلنگ، کالم پونگ، بانرہاٹ، جئے گاؤں، دیماپور شانتی پور، گیٹ سدیا، چاماپا، کھوا، دمدمہ

مولانا محمد صبغت اللہ صاحب مبلغ امارت شرعیہ: ٹیانی، شاہ پور کمال، بلیا، بھگوانپورہ، ضلع بیگوسرائے

مولانا مفتی اکبر علی قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: حیاگھاٹ، ہنومان نگر، ضلع دربھنگہ، نرمل، یاقوت پورہ، دبیرپورہ، مغل پورہ، سدی عنبر بازار، گاندھی بھون، ملے پلی، نلہ گٹہ، بولارم حیدرآباد

مولانا نوشاد عالم مظاہری صاحب مبلغ امارت شرعیہ: شہر مظفر پور ومضافات

مولانا محمد اسعد اللہ صاحب مبلغ امارت شرعیہ: برونی، بیگوسرائے، منجھول، بکھری، گڑھپورہ، ناؤکوٹھی، بیرپور، وغیرہ

مولانا ذکر اللہ ندوی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: رونی سیدپور، میجرگنج، بیرگنیاں، سرسنڈ۔

جناب مولانا اخلاق صاحب قاضی شریعت شکرپور بھرواره۔ جالے۔ بھرواره۔ شکرپور۔ سنگھواره۔

جناب مولانا یونس صاحب قاضی شریعت بانکا حلقہ اٹھگاواں، ضلع بانکا

جناب مولانا عبدالتواب صاحب قاضی شریعت بیرنگر بسہریا۔ بلاک بھرگاواں ضلع ارریہ

جناب حافظ عبدالحق رحمانی مبلغ امارت شرعیہ: نالہ سوپاڑا، منگل ہاٹ، آصف نگر، گلشن باغ، میرا روڈ ممبئی

جناب مولانا منہاج عالم ندوی صاحب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ: بھیونڈی، ممبئی

جناب مولانا جمیل اختر صاحب مبلغ امارت شرعیہ: وارث نگر، کلیان پور، جیتوارپور، سرائے رنجن، تاجپور، شاہ پور بگھونی، ساتن پور، ، محی الدین نگر، رام پور رہوا، پوسا فارم، رام پور بکھری، ضلع سمستی پور

مولانا اعجاز مفتاحی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: مدھے پور، اندھراٹھاری، کلواہی، جھجولی، ہرلاکھی بلاک مدھوبنی

جناب مولانا ہدایت اللہ صاحب مبلغ امارت شرعیہ: جئے نگر، جھنجھارپور، رہیکا، لدنیا ضلع مدھوبنی

جناب مولانا غیاث الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ: کھٹونا، بابوبرھی، باسوپٹی، مادھوپور، ضلع مدھوبنی

جناب مولوی محمد عمر صاحب مبلغ امارت شرعیہ: فاربس گنج، نرپت گنج ضلع ارریہ وچھاتاپور سوپول

جناب مولانا رفیع احمد صاحب مبلغ امارت شرعیہ: کیوٹجھر، کرنجیا، بڑبل، وغیرہ

جناب مولانا علی حسین ثاقبی مبلغ امارت شرعیہ:
پنڈوا، ٹیٹاگرھ، نارکل ڈانگہ، کلنسگا، خضرپور، جگدل، ہوڑہ، تالتلہ، نورتھ رنج، تلجلا مضافات وشہر کولکاتا

جناب مولانا محمد عثمان صاحب مبلغ امارت شرعیہ: شکرہ وکڑھنی بلاک ضلع مظفر پور

مولانا مفتی مجاہد اللہ مبلغ امارت شرعیہ: مہگاواں، گرگاواں، نرینی، نیانگر، دگہی ضلع گڈا

مولانا ارشاد صاحب مبلغ امارت شرعیہ: لکھمنیاں، چھوراہی، خداوندپور ضلع بیگوسرائے۔

مولانا نقی امام مظاہری صاحب مبلغ امارت شرعیہ؛ بیہٹ، شہر سہارن پور ومضافات

مولانا احمد حسین قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: بلاک کے نگر، بن منکھی پورنیہ، کالابلوا ارریہ، ، وشہر شیوہر

مولانا حشر الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
گوناہا، مجھولیا، ، چنپٹیا، نرکٹیا گنج، لوریا، جوگاپٹی، بگہا ۱، ۲، ضلع مغربی چمپارن

مولانا امداد اللہ ندوی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: بلاک منصور چک، تیگھڑا، بیرپور، ڈنداری، ضلع بیگوسرائے

مولانا اخلاق صاحب مبلغ امارت شرعیہ: بلاک پڑتاب گنج، سرائے گڑھ وکشن پور ضلع سوپول

مولانا سرفراز صاحب مبلغ امارت شرعیہ: تالجھاڑی، رانی ڈیہہ، گھنٹی وشہر گڈا

جناب مولانا منت اللہ حیدری صاحب کارکن امارت شرعیہ: سورت، احمد آباد، ناندیر، وغیرہ، گوال ٹولی، آباد پور، قاضی ٹولہ چوک، مالاپاڑہ، شکارپور، ضمیرہ، نلسر، بارپور، چگروا، چاند پاڑہ، ڈھٹھہ، لگوا، ستوا، سوانند پور، متھوراپور، بھوانی پور، بارسوئی، بلرام پور کٹیہار

جناب مولانا وسیم غازی صاحب: معاون قاضی شریعت موتیہاری۔ شہر موتیہاری

مولانا نسیم دیوان قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
کاٹھمنڈو، لہان، انروا بازار، اداپور پکڑی دیال، وغیرہ نیپال

مولانا ظہور عالم صاحب مبلغ امارت شرعیہ: بلاک اسلام پور، راجگیر، استھاواں، تلسا، ہرنوت، نورسرائے ضلع نالندہ

مفتی محمد اسعد اللہ قاسمی منیجر نقیب امارت شرعیہ: مولاناڈیہہ (نالندہ)

مولانا نعمان صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
بلاک مینا پور، بوچہا، پارو، صاحب گنج، گائے گھاٹ، سرائے، موتی پور، مرون ضلع مظفر پور

مولانا مہر الدین صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
بلاک جوکی وعلاقہ محل گاؤں، سکٹی، پلاسی وکرساکانٹا ضلع ارریہ

جناب مولانا اظہر قاسمی صاحب کارکن دارالقضاء جمشید پور: بلیاپور، کتراس، گوموہ، گوندپور، وغیرہ دھنباد، حلقہ سنگھ بھوم، چکولیہ، مئوبھنڈار، ہلدی پوکھر وغیرہ۔

مولانا ابوشاہد قاسمی صاحب دارالقضاء سوپول بیرول دربھنگہ۔
گورابورام، بیرول، کوشیشوراستھان، کرت پور، علی نگر ضلع دربھنگہ

Scanned with CamScanner

حضرات علماء مبلغین وکارکنان امارت شرعیہ کے مالیاتی دوروں کی تفصیل

جناب مولانا راشد العزیزی صاحب دار القضاء امارت شرعیہ:
نہسہ، شیدا نگر کھگول، البا کالونی، فیڈرل کالونی، ملت کالونی سکٹر ا، ایف سی آئی روڈ، شہباز پورہ، مہتوانہ وغیرہ

مولانا محمد محفوظ اختر نعمانی صاحب دار القضاء امارت شرعیہ — پھلواڑہ، منصور چک بلاک، ضلع بیگوسرائے

مولانا فضل الرحمٰن ندوی مبلغ امارت شرعیہ:
بلاک چکیا، مہسی، کلیان پور، پھنہرہ، بنکٹوا، بنجریا دپرا کوٹھی، ارے راج، سنگرام پور، ضلع مشرقی چمپارن

مولانا محمد نوشاد عالم قاسمی (جدید) مبلغ امارت شرعیہ:
کاندیولی، نالاسوپارہ، دہیسر، بھایندر، وسئی، ویرار ضلع تھانے مہاراشٹر

مولانا عبدالماجد رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
بلاک عالم نگر، چوسا، بہاری گنج واودا کشن گنج ضلع مدھے پورہ

مولانا منہاج عالم صاحب مبلغ امارت شرعیہ: ضلع دمکا ودیوگھر صوبہ جھارکھنڈ

مولانا خالد انور قاسمی صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
ضلع ارول واطراف،، کاکو، بے بی پور، سلیم پور، لانجو، مخدوم پور ضلع جہان آباد

مولانا محمد نعیم الدین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ
نرسا، چر کنڈہ، کمارڈوبی، باگھا کنڈی، جنگل پور، سرکارڈیہہ، آسن بنی، بھتیا دھنبادواطراف شہر گریڈیہہ

مولانا مفتی عبدالقادر صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
الیاس نگر واطراف شہر بنگلور، راج نگر، پنڈول، لوکہی ضلع مدھوبنی۔

مولانا تنویر صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
بلاک نارائن پور، کھریک، رنگرا، گوراڈیہہ، اسماعیل پور، نوگچھیا ضلع بھاگل پور۔

مولانا سالم صاحب مبلغ امارت شرعیہ: سہسرام، ناصری گنج، اکبر پور، ڈہری اون سون واطراف رہتاس

مولانا انعام الحق صاحب مبلغ امارت شرعیہ:
دوئی، لکڑمارا، قمر گاواں، بسکی قطعہ، جہاز قطعہ ضلع گڈا

قاری محمد شفیع اللہ رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: بسفی، بینی پٹی، باسوپٹی، کیوٹی، زیرو مائل اونسی وغیرہ ضلع مدھوبنی

جناب مولانا عبدالواحد رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: کوچس، دینارہ، بھبھوا، بکسر وغیرہ

جناب حافظ محمد توحید رحمانی مبلغ امارت شرعیہ:
سید پور، دیوکلی، سادات، جکھدیا، قاسم آباد، غازی پور، یوپی

جناب مولانا عبدالقیوم مظاہری مبلغ امارت شرعیہ:
برہی، چوپارن، پدما، شہر ہزاری باغ کے مضافات

جناب مولانا عبدالقدوس مظاہری صاحب۔ سبل پور، خسرو پور، فتوحا، پنڈارک، ضلع پٹنہ

جناب مولانا ظفر عالم صاحب مبلغ امارت شرعیہ۔
نرملی، کمل پور، کنولی، گنیش پور، پیرگنج، دھاتا، گنگا پٹی، موہنیا، لوکہا بازار، ضلع سوپول

جناب مولانا فردوس صاحب مبلغ امارت شرعیہ۔ خالص پور، حسن پور، نیر پور، چک اشرف، فاضل پور، دلسنگھ سرائے، ویدیا پتی، مہنیا، چک بہاء الدین، روسڑا ضلع سمستی پور

جناب حافظ اویس احمد صاحب مبلغ امارت شرعیہ۔
نوتن، بسنت پور، جھکھرا، بیریا بلاک، جگدیش پور، مغربی چمپارن

جناب حافظ عبدالصمد رحمانی صاحب مبلغ امارت شرعیہ: ڈومریا، رانی گنج رام پور، رجوکھر، جلال گڑھ ضلع ارر

جناب مولانا ثناء اللہ صاحب۔ مبلغ امارت شرعیہ۔ آسنسول، منشی بازار، مرغا سائل، اوشا گرام، ہاٹن روڈ، بسٹن بازار، رانی گنج ومضافات سوانگ، کٹہرہ، کریتیا، گومیا سنڈے بازار، چندر پور وغیرہ۔

جناب مولانا نظام الدین صاحب۔ مبلغ امارت شرعیہ۔
بردوان، پاناگڑھ، بینا چٹی، کالی پہاڑی، سیتل پور، باگھا کنڈھی، چینا کوڑی۔

جناب مولانا بدر عالم صاحب۔ مبلغ امارت شرعیہ۔ سترکٹیا، کہرا، پتھر گھٹ، سما اٹھری ضلع سہرسہ

جناب مولانا شرف الدین صاحب۔ سابق مبلغ امارت شرعیہ۔ رام گڑھوا، آمودئی، ادھکپڑیا، سسونیا، گاد بہوری، گڈھوا، بھوگاڑی، سگولی، ہرسیدھی، پہاڑ پور مشرقی چمپارن"

(بقیہ بہار کے اوقاف)

ریاست میں وقف ترمیمی ایکٹ ۱۹۱۳ء کے مطابق سروے کا کام ایک سال میں مکمل ہو جانا تھا، لیکن دوسرے سرکاری کاموں کی طرح یہ معاملہ بھی التوا میں ہے، چونکہ اس کے تمام اخراجات ریاستی حکومت ہی کو دینے ہیں، اس لیے کم از کم اس تاخیر کا سبب مرکزی حکومت کو نہیں قرار دیا جا سکتا ہے، جب تک سروے کا کام مکمل نہیں ہوگا، اوقاف کی جائیداد کی فہرست سازی اور درجہ بندی واقف کی منشا کے مطابق نہیں کی جا سکے گی؛ اس سلسلے میں ضرورت عوامی بیداری کی بھی ہے، اس کے بغیر نہ تو صحیح سروے ہو سکے گا اور نہ ہی وقف املاک پر غاصبانہ قبضہ کرنے والوں کے خلاف کوئی دار و گیر کیا جا سکے گا، وقف ایکٹ ۱۹۹۵ء ترمیم شدہ 2013 سیکشن ۵۱ کے تحت وقف جایداد کی فروختگی، رہن رکھنے اور بدلین کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے، اوقاف پر غیر قانونی قبضہ اور منتقلی کو مجرمانہ اعمال کے دائرہ میں لایا گیا ہے اور ناجائز خرید و فروخت پر دو سال تک قید و بند کی سزا بھی رکھی گئی ہے۔

اس کے باوجود خود بہار اسٹیٹ سنی وقف بورڈ کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ "وقف املاک کی تقریباً ستر فی صدی جائیدادوں پر ناجائز قبضہ ہے اور زمین مافیاؤں کے دسترس میں ہے۔"

بہار اسٹیٹ سنی وقف کی سالانہ رپورٹ ۲۰۱۵-۲۰۱۴ء کے مطابق بہار میں رجسٹرڈ وقف اسٹیٹ فی سبیل اللہ 2274 اور وقف علی الاولاد 182 ہیں، مقاصد اور منشاء واقف کے اعتبار سے دیکھیں تو وقف اسٹیٹ کی کل مساجد 833 عیدگاہ 57 مزار و مقبرہ 209، قبرستان 6141 مدارس و مکاتب 74، اسکول اور مسافر خانے 6,6، یتیم خانہ 4، اسپتال 2، درگاہ 137، کربلا 55، خانقاہ 13، امام باڑہ 224 اور مکانات 194 ہیں، ان اوقاف میں آمدنی کے ذرائع والے وقف اسٹیٹ 636 ہیں، یہ وہ اعداد و شمار ہیں جس کا اندراج وقف بورڈ میں ہے، اس کے علاوہ ہزاروں؛ بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ایسے اوقاف ہیں، جن کا سروے اب تک نہیں ہو سکا اور ان کا اندراج بورڈ میں نہیں ہے، واقف نے انہیں زبانی وقف کیا اور واقف کی منشاء کے مطابق اس کی آمدنی کا استعمال ہو رہا ہے یا ایسے ادارے اس پر قائم ہیں جو واقف کی منشاء کی تکمیل کرتے ہیں۔

بہار اسٹیٹ سنی وقف بورڈ کے تحت جو بڑے اوقاف ہیں، ان میں پٹنہ میں انجمن اسلامیہ ہال، منو خانم جان وقف اسٹیٹ مراد پور، ارنڈا وقف اسٹیٹ کوتوالی، جانکی بی بی وقف اسٹیٹ کربگہیا، پھول شاہ مزار، ہائی کورٹ مزار شریف، صغریٰ وقف اسٹیٹ بہار شریف، یتیم خانہ بدریہ بتیا، یتیم خانہ خادم الاسلام پٹنہ سیٹی، انجمن اسلامیہ وقف اسٹیٹ کشن گنج، خانقاہ معظم بہار شریف، انجمن اسلامیہ جامع مسجد اورنگ آباد وغیرہ کا ذکر خاص طور سے کیا جا سکتا ہے، ان اوقاف کے ذریعہ بہت سارے تعلیمی اور رفاہی ادارے چلائے جا رہے ہیں۔

بہار میں شیعہ وقف بورڈ الگ سے قائم ہے، اس کی سالانہ رپورٹ 2015-2014 میں جو اعداد و شمار ذکر کیے گیے ہیں اس کے مطابق بہار میں شیعہ وقف بورڈ کے تحت کل وقف فی سبیل اللہ 130 وقف علی الاولاد 68 آمدنی والے اوقاف 68 غیر آمدنی والے اوقاف 158 ہیں، مقاصد کے اعتبار سے دیکھیں تو مساجد 92 قبرستان 70، مدرسہ اور مکتب 1، ہاسپٹل 2 ہے، یہاں بھی بہت سارے اوقاف رجسٹرڈ نہیں ہیں، شیعہ وقف بورڈ کے تحت جو بڑے اوقاف ہیں ان میں مظفر پور میں صغریٰ بیگم وقف اسٹیٹ مارکیٹ، اکھاڑہ گھاٹ قبرستان، مسجد اور مارکیٹ نواب محمد تقی خان وقف اسٹیٹ کمرہ محلہ اور پٹنہ میں جناتی مسجد، مدرسہ سلیمانیہ نواب بہادر روڈ، قمر النساء بیگم وقف اسٹیٹ نواب بہادر روڈ، نور جہاں بیگم وقف اسٹیٹ، امام باندی بیگم وقف اسٹیٹ، امام باڑہ سنگی دالان وقف اسٹیٹ، محمود علی شیعہ قبرستان، فضل امام پبلک چیری ٹیبل اینڈ ریلی جیس ٹرسٹ، فریزر روڈ، الطاف نواب وجیہہ النساء وقف اسٹیٹ، ملا شادمان وقف اسٹیٹ گولک پور، بادشاہ نواب وقف اسٹیٹ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ شیعہ وقف بورڈ کے تحت میر حسن عسکری وقف اسٹیٹ آرہ، حسینی بیگم وقف اسٹیٹ چھپرہ، فضا علی وقف اسٹیٹ سیوان، کا اندراج بھی ہے، جن میں سے کئی میں شیعہ وقف بورڈ نے انہیں بار آور بنانے کے لیے مارکٹنگ کمپلکس، ریسٹ ہاؤس، ہاسٹل اور میرج ہال بنانے کا کام کیا ہے، شیعہ وقف بورڈ نے ۱۸/فروری ۲۰۱۴ء کو ایک بڑی کامیابی اس وقت پائی جب اس نے خورشید احسین وقف اسٹیٹ کی 57 کھٹہ زمین پر سے ناجائز قبضہ ہٹانے میں کامیابی حاصل کی، اس زمین کی قیمت آج کی تاریخ میں پچاس کروڑ سے زائد ہے۔

سارے قانونی دفعات کے باوجود واقعہ یہ ہے کہ بہار میں اوقاف کو تحفظ حاصل نہیں ہے، عموماً عوامی سطح پر بورڈ کی کارکردگی پر بھی سوالیہ نشان لگتا رہا ہے، تاریخ کے مختلف ادوار میں متولی اور وقف بورڈ کے خرد برد کرنے والوں کے ساتھ ہو جانے کی روایت بھی شاذ نہیں ہے، تبادلے اور مفید تر بنانے کے نام پر فروختگی کا بازار بھی گرم ہوتا رہا ہے، اس صورت حال کا بڑا نقصان یہ ہوا کہ اب لوگوں کی توجہ وقف کرنے کی طرف نہیں ہو رہی ہے؛ بلکہ کہنا چاہیے کہ وقف کرنے کا مزاج ہی سرے سے ختم ہو گیا ہے، یہ بہت بڑا ملی خسارہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وقف ایکٹ کی روشنی میں خرد برد کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے، اس کام کے لیے اوقاف کے متولی صاحبان وقف بورڈ کے ذمہ داران اور سماج کے باشعور طبقے کو آگے آنا چاہیے؛ کیونکہ اوقاف مسلمانوں کی ترقی کا بہتر ذریعہ بن سکتے ہیں، ریاست میں مسلمانوں کی بدحالی پر حکومت کے لیے رپورٹ تیار کرنے والے ادارے، ایشین ڈولپمنٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے اہل کار شیبالی گپتا کا خیال ہے کہ "وقف کی جتنی جائیداد ہے اس کا اگر اچھے کارپوریٹ ہاؤس کی طرح استعمال ہو تو مسلمانوں کی بدحالی مٹانے میں اس سے کافی مدد مل سکتی ہے"۔

محمد شبیر عالم خان نے اپنے مضمون "ملت کی تعلیمی، معاشی ترقی اور مسلم اوقاف" میں بجا لکھا ہے کہ "موجودہ ریکارڈ کی روشنی میں ملک کی مختلف ریاستوں میں رجسٹرڈ وقف جائدادوں کی تعداد چار لاکھ نوے ہزار سے زیادہ ہے، ان اوقاف سے فی الحال ایک سو باسٹھ کروڑ روپے کی سالانہ آمدنی ہوتی ہے، کمیٹی کا اندازہ ہے کہ ان جائدادوں کی بازاری قیمت (Market Value) آج کی تاریخ میں تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار کروڑ روپے ہوگی، اگر اوقاف کی ان جادادوں کو آمدنی کے نئے امکانات کے ساتھ استعمال کیا جائے تو کم از کم دس فی صد سالانہ آمدنی کے لحاظ کل آمدنی بارہ ہزار کروڑ روپے ہونی چاہیے"۔

اس لیے ضرورت وقف جاداد کے تحفظ کی ہے، اس کو مفید اور بار آور بنانے کی ہے، اس سلسلے میں راجندر سنگھ سچر کمیٹی کی جو سفارشات ہیں، ان کو بھی سامنے رکھنا چاہیے اور اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق کام کو آگے بڑھانے کیلئے اسلامک فقہ اکیڈمی کے ذریعہ کرائے گئے مختلف سیمینار کی تجاویز کو اہمیت دی جانی چاہیے۔

Scanned with CamScanner

بقیات

بقیہ کتابوں کی دنیا.....

''آئینہ منصوبہ'' 10باب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں تعلیم سے متعلق منصوبے، دوسرے با میں سول سروس سے متعلق منصوبے، باب سوم میں کوشل وکاس وروزگار سے متعلق منصوبے، باب چہار میں صحت سے متعلق منصوبے، باب پنجم میں اوقاف سے متعلق منصوبے، باب ششم میں سماجی فلاح وتحفظ سے متعلق منصوبے، باب ہفتم میں خواتین تقویت کاری سے متعلق منصوبے، باب ہشتم میں دیگر منصوبے، باب نہم میں محکمہ اقلیتی فلاح، باب دہم میں وزارتیں، محکمہ، ادارے اور ذمہ داران کے پتے وارابطے کے موبائل نمبر وای میل نمبر درج ہیں۔اس کتاب کے سلسلے میں سابق وزیر زماں خاں، جناب عامر سبحانی، جناب احمد عبدالحئی، جناب شفیع مشہدی، جناب ڈاکٹر امیر آفاق احمد فیضی نے اپنی اپنی نیک خواہشات وتاثرات پیش کئے ہیں جبکہ فرحت حسن، ڈاکٹر زرین رحمان وافضل حسین صاحب نے اظہار تشکر وگذارشات پیش کئے ہیں۔کتاب میں جن منصوبوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس طرح ہیں:

باب اوّل: -مرکزی حکومت کے اسکالرشپ منصوبے، پری میٹرک اسکالرشپ منصوبہ، پوسٹ میٹرک اسکالرشپ منصوبہ، میرٹ کم مینس اسکالرشپ منصوبہ، راجیہ امداد یافتہ پوسٹ میٹرک اسکالرشپ منصوبہ، سنٹرل سیکٹر اسکالرشپ منصوبہ، بیگم حضرت محل نیشنل اسکالرشپ منصوبہ، فیلوشپ برائے ریسرچ اسکالرس، دیگر پسماندہ طبقہ پری میٹرک اسکالرشپ منصوبہ، دیگر پسماندہ انڈر گریجویٹ اسکالرشپ منصوبہ، وزیر اعلیٰ انتہائی پسماندہ طبقہ انڈر گریجویٹ اسکالرشپ منصوبہ، وزیر اعلیٰ انتہائی پسماندہ طبقہ میرٹ اسکالرشپ منصوبہ، پی ایم ینگ اچیورس اسکالرشپ انعام منصوبہ، غیر سرکاری اداروں کی مالی امداد، بہار اسٹوڈنٹ کریڈٹ کارڈ منصوبہ، وزیر اعلیٰ اقلیتی طلبا میٹرک حوصلہ افزائی منصوبہ، وزیر اعلیٰ اقلیتی طالبہ انٹرمیڈیٹ حوصلہ افزائی منصوبہ، وزیر اعلیٰ طالبہ میٹرک حوصلہ افزائی منصوبہ، وزیر اعلیٰ طالبہ انٹرمیڈیٹ حوصلہ افزائی منصوبہ، وزیر اعلیٰ طالبہ گریجویٹ حوصلہ افزائی منصوبہ، اے آئی سی ٹی ای بالیکا پرگتی اسکالرشپ منصوبہ، اندرا گاندھی تنہا بالیکا پوسٹ گریجویشن اسکالرشپ منصوبہ، سی بی ایس ای میرٹ تنہا بالیکا اسکالرشپ منصوبہ، طالبہ ڈی آر ڈی او اسکالرشپ منصوبہ، خاتون سائنس داں اسکالرشپ منصوبہ، اے آئی سی ٹی ای سوناتھ اسکالرشپ منصوبہ، بہار ریاستی اقلیتی رہائشی اسکول منصوبہ، دیگر پسماندہ طبقہ طالبات رہائشی 2+ اسکول منصوبہ، کستوربا گاندھی طالبہ اسکول منصوبہ، جواہر نودے اسکول، سینک اسکول، سملتلہ رہائشی اسکول، نیشنل کمیشن برائے اقلیتی تعلیمی ادارہ، اولمپیاڈ مقابلہ جاتی امتحان، بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ، بہار اسٹیٹ مدرسہ استحکام منصوبہ، تعلیم نو بالغان، حق تعلیم ایکٹ، اقلیتی طلبا/ طالبات ہاسٹل منصوبہ، دیگر پسماندہ طبقہ فلاح ہاسٹل منصوبہ، جن نائک کرپوری ٹھاکر ہاسٹل منصوبہ، فاصلاتی وآن لائن طرز تعلیم :ایک تعارف، اندرا گاندھی نیشنل اوپن یونیورسٹی (IGNOU)، نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوپن اسکولنگ (NIOS)، نظامت فاصلاتی تعلیم، مانو، حیدرآباد (MANNU)، نالندہ اوپن یونیورسٹی (NOU)، بہار بورڈ آف اوپن اسکولنگ واگزامینیشن (BBOSE)، آن لائن طرز تعلیم۔

باب دوم: - راجیہ امداد یافتہ مفت کوچنگ منصوبہ، وزیر اعلیٰ انتہائی پسماندہ طبقہ سول سروس حوصلہ افزائی منصوبہ۔

باب سوم: - وزیر اعلیٰ اقلیتی اُدمی منصوبہ، وزیر اعلیٰ یوواخواتین اُدمی منصوبہ، وزیر اعلیٰ سرم شکتی کوشل وکاس منصوبہ، آئی سی آئی سی آئی ووکیشنل ٹریننگ منصوبہ، بہار کوشل وکاس مشن، وزیر اعلیٰ پسماندہ انتہائی پسماندہ طبقہ کوشل وکاس منصوبہ، بکری پالن منصوبہ، ڈیری اُدھمیتا وکاس منصوبہ، گئوذاتی مجموعی ترقی منصوبہ، ماہی پروری منصوبہ، وزیر اعلیٰ اقلیتی روزگار قرض منصوبہ۔

باب چہارم: - وزیر اعلیٰ میڈیکل امدادی فنڈ منصوبہ، وزیر اعلیٰ کالا زار راحت منصوبہ، اندھاپن کنٹرول منصوبہ، زچہ وبچہ تحفظ منصوبہ، پریوار فلاح منصوبہ، بہار صد سالہ ایڈس متاثرین فلاح منصوبہ، بہار صد سالہ جذام فلاحی منصوبہ، آیوشمان بھارت منصوبہ/ وزیر اعظم جن آروگیہ منصوبہ، قومی ٹی بی خاتمہ منصوبہ (NTEP)۔

باب پنجم: - بہار ریاستی وقف ترقیاتی منصوبہ، شہری وقف املاک ترقیاتی منصوبہ، قومی وقف بورڈ ترقیاتی منصوبہ، وقف املاک کا رجسٹریشن-وقت کا اہم تقاضا۔

باب ششم: - اندرا گاندھی قومی ضعیف العمری پنشن منصوبہ، اندرا گاندھی قومی بیوہ پنشن منصوبہ، اندرا گاندھی قومی معذوریت پنشن منصوبہ، لکشمی بائی سماجی تحفظ پنشن منصوبہ، بہار معذوریت پنشن منصوبہ، وزیر اعلیٰ ضعیف العمری پنشن منصوبہ، وزیر اعلیٰ گداگری خاتمہ منصوبہ، قومی خاندانی فلاح منصوبہ، بہار مظلوم معاوضہ (ترمیم شدہ) منصوبہ 2019، آنگن باڑی مرکز منصوبہ۔

باب ہفتم: - مسلم ترک شدہ/ طلاق شدہ خواتین امداد منصوبہ، وزیر اعلیٰ کنیا (دوشیزہ) اُتھان منصوبہ، وزیر اعلیٰ کنیا (دوشیزہ) شادی منصوبہ، وزیر اعلیٰ شادی حوصلہ افزائی امداد منصوبہ۔

باب ہشتم: - وزیر اعظم جن وکاس منصوبہ (PMJVY)، معاشی طور پر پچھڑے طبقے کا سرٹیفکیٹ (EWS)، قبرستان گھیرابندی منصوبہ، انسداد لوک شکایت، سوچنا کا ادھیکار قانون 2005 (RTI)، اہم منصوبے، ان کے ویب سائٹ اور ای میل۔

باب نہم: - محکمہ اقلیتی فلاح بہار: ایک نظر میں، محکمہ اقلیتی فلاح بہار-ملحقہ ادارے، بہار ریاستی اقلیتی مالیاتی کارپوریشن، بہار ریاستی حج کمیٹی، بہار ریاستی سنی وقف بورڈ، بہار ریاستی شیعہ وقف بورڈ، بہار اردو اکادمی، بہار ریاستی اقلیتی کمیشن، بہار اسٹیٹ وقف ٹریبونل۔

باب دہم: - وزارتیں، محکمے، ادارے- پتے ورابطے کے نمبرات، ڈویژنل کمشنر، ضلع مجسٹریٹ، آئی جی/ ڈی آئی جی، سینئر سپرنٹنڈنٹ/ضلع سپرنٹنڈنٹ آف پولس، ضلع ایجوکیشن افسر، ضلع اقلیتی فلاح افسر، بلاک اقلیتی فلاح افسر، دس باب پر مشتمل ''آئینہ منصوبہ'' جناب افضل حسین کے بلیغ نظر ہونے کا ایک شاہکار ہے۔اس کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں مرتب نے فلاحی اسکیموں کے تعلق سے ایسی کوئی تفصیل نہیں چھوڑی ہے جو ایک عام آدمی جاننا چاہتا ہو۔اس کتاب کی ان خوبیوں کی وجہ سے اس کی دستاویزی حیثیت ہوگئی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ کتاب سبھی تنظیم، ادارہ، درس گاہیں اور سماجی کارکن کے پاس ہونی چاہیے جس سے سماج میں بیداری لائی جاسکے، مجھے امید ہی نہیں یقین ہے کہ یہ کتاب سبھی حلقوں میں پسند کی جائے گی۔'' آئینہ منصوبہ'' بہار رابطہ کمیٹی کے دفاتر اوران حضرات سے رابطہ کر کے حاصل کیا جاسکتا ہے۔محمد صابر، پٹنہ (9905049407)، شاہد محمود پوری، حاجی پور (9470789743)، پروفیسر محمد نور اللہ، دربھنگہ (9386225579)، طارق فتح، جہان آباد (9523227762)، ایڈوکیٹ سرفراز خان، بہار شریف (9905279012)، مفتی عنایت اللہ قاسمی، نوادہ (9508421503)، پرویز عالم، گیا (7368845385)، محمد صمدانی، جموئی (9905356071)، محمد شمیم، سپول (8873079279)، شاہد پرویز، سہرسہ (7870669523)، عارفین نور، کشن گنج (9973384676)، ڈاکٹر محمد معین الدین، پورنیہ (8809760978)، شہباز حسن، کٹیہار (8877889001)، امان الحق، بتیا (9835685427)۔

بقیہ ملک و ملت کی تعمیر ....

حضرات: آج کا یہ اجلاس آپ سے آپ کی بلند ہمتی، اولوالعزمی اور مدارس کے کردار کو مزید مستحکم اور وسیع کرنے کا مطالبہ کرتا ہے، امارت شرعیہ پوری طرح آپ کے ساتھ ہے۔آپ کے پاس مفکر ملت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی جیسی باحوصلہ اور کردار ساز قیادت موجود ہے آپ مایوس کرنے والوں کے جال میں پھنس کر ہرگز مایوس نہ ہوں، حکومت اور اقتدار بدلتے رہتے ہیں، لیکن دن اور رات کا نظام یونہی چلتا رہتا ہے سورج اور چاند اپنی روشنی کے پھیلانے کے نظام کو کسی کی موت اور کسی کی پیدائش پر نہیں روکتے وہ تو بادلوں کے سینوں کو چیر کر دنیا کو روشنی پہونچاتے ہیں آپ کے ہاتھوں میں قرآن کریم کا وہ عظیم نسخۂ کیمیا ہے جس میں قوموں کی تقدیریں چھپی ہوئی ہیں آپ کے سامنے رسول پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی مبارک زندگی، ان کی سنتیں اوران کے احوال کا نور موجود ہے۔اس نور سے کامیابی کی راہیں استقامت اور جماؤ کے ساتھ طے کیجئے۔آپ یقین رکھیے کہ مدارس اسلامیہ کی ضرورت کل کے مقابلے آج زیادہ ہے۔

سو بار سوارا ہے ہم نے ملک کے گیسوئے برہم کو
یہ اہل جنوں بتلائیں گے کیا ہم نے دیا ہے عالم کو

ہاں ہمیں خود احتسابی اور اپنے فرائض کی ادائیگی کا محاسبہ ضرور کرنا ہے، کیوں کہ یہ اسلام کی ایسی ہدایت اور تعلیم ہے، جس سے شخصیات اور اداروں میں نکھار آتا اوران کی افادیت بڑھتی ہیں اور کوتاہی اور غفلت دور ہوتی ہے۔ان ہی گذارشات کے ساتھ ہم اپنی بات ختم کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامیوں وناصر ہو۔

(بقیہ عوامی سطح پر اردو)

یہ مسائل سرکار کے پیدا کردہ نہیں ہیں، یہ تو ہماری ذہنی پستی کے نتیجے میں در آئے ہیں، اس کو دور کرنے کے لیے ہمیں خود ہی جدو جہد کرنی ہوگی، آج تک ہمارا وطیرہ یہ رہا ہے کہ ہم ہر کمی کوتاہی کے لیے دوسروں کو مورد الزام ٹھہراتے رہے ہیں، اس موقع سے داخلی طور پر جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ہم نے اپنے عمل سے اردو کو عوامی بنانے میں کتنی رکاوٹیں پیدا کی ہیں، اصل معاملہ یہ ہے کہ خارجی سطح پر بھی اردو کو عوامی بنانے میں جو رکاوٹیں ہیں وہ ہماری بے حسی کے نتیجے میں ہیں، ہم نے ہمیشہ سرکار کی طرف دیکھا ہے، اپنے گریبان میں جھانکنے کی نوبت کم آئی ہے، یاد رکھیے زندہ قومیں اپنے مسائل خود حل کرتی ہیں، انہیں چار لوگوں اور چار کاندھوں کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، چار کاندھے مُردوں کے لیے ہوتے ہیں، زندہ قوموں کو اپنا بوجھ، اپنے مسائل، اپنی پریشانیاں خود اٹھانے ہوتے ہیں، جس دن ہم نے یہ طے کر لیا کہ اردو کا مسئلہ ہم خود حل کریں گے اس دن سے اردو کو عوامی بنانے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوگی، کیونکہ

ع کسی دیوار نے سیل جنوں روکا نہیں اب تک

بقیہ اتحاد امت کی اہمیت و ضرورت ....

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت سے علاحدگی اختیار کرنے والے کے بارے میں یہ وعید بیان فرمائی کہ اس شخص نے اسلام کا طوق اپنی گردن سے اتار دیا۔حدیث شریف کے الفاظ ہیں کہ:

من فارق الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الإسلام من عنقه (مشکوٰۃ المصابیح ۲/ ۳۱۹) ''جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے الگ ہوا تو اس نے اسلام کا طوق گردن سے نکال دیا۔''

افسوس! جس امت کو اس کے نبی نے اتحاد واتفاق، الفت ومحبت اور ایثار وقربانی کی تعلیم دی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ پوری امت جسد واحد کے حکم میں ہے، آج وہ امت اپنے آپ کو تفریق کی قینچیوں سے کاٹ رہی ہے، کہیں فرقے اور برادری کی بنیاد پر امت میں افتراق وانتشار ہے تو کہیں فروعی مسائل مثلا رفع یدین، آمین بالجہر اور میلاد وقیام کے مسئلے کو چھیڑ کر امت کو شقاق ونفاق کے دلدل میں پھنسایا جارہا ہے، پس اے شیدایانِ رسالت اور وحدانیت کے علمبردار آؤ ہم سب ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے کا کام کریں اور محبت وبھائی چارگی کی فضا کو عام کریں اور جن مسائل میں امت کا اتفاق ہے وہ بہت زیادہ ہیں اور جن میں امت کے مابین اختلاف ہے وہ بہت کم ہیں پھر کیوں ان مسائل کو چھیڑ کر امت کو ٹکڑوں میں بانٹیں، بات، بات پر ایک دوسرے کو کافر، فاسق اور ضال ومضل قرار دینا دراصل معنوی اعتبار سے گردن مارنے اور قتل کر دینے کے درجہ میں ہے۔آج حالات بڑے نازک ہیں، امت مسلمہ پر آئے دن حملے ہورہے ہیں وطن عزیز کا یہ منظر کتنا دلخراش ہے کہ یہاں قانون بے چارہ ہوتا جارہا ہے سچائی کو مسخ کیا جارہا ہے، حقیقتوں کو پراپگنڈوں میں دبایا جارہا ہے، آج ہمارے خرمن کو جلانے کے لیے بجلیاں ہر چہار طرف سے گرج رہی ہیں۔اغیار ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی سچی تعلیمات کو مٹانے کے درپے ہیں اور ابطال حق اور فساد فی الارض کے لیے ہر قسم کی جانی ومالی قربانی دے رہے ہیں، کبھی یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی بات کی جاتی ہے تو کبھی دار القضاء کے نظام شرعی کو چیلنج کیا جارہا ہے، کبھی محسن انسانیت کی اہانت کی ناپاک سازش کی جارہی ہے تو کبھی فقہ کے کسی مسئلہ کو ہتھیار بنا کر امت مسلمہ کے شیرازہ کو بکھیرنے کی کوشش کی جارہی ہے، یہ وہ حقائق ہیں جو آج ہماری نظروں کے سامنے ہیں، ان حالات میں امت مسلمہ کے ہر فرد کا یہ فرض بنتا ہے کہ فروعی، مسلکی وسیاسی اختلافات نیز ذات پات، زبان وبیان اور علاقائی عصبیت سے بالاتر ہوکر محض کلمہ واحدہ کی بنیاد پر متحد ومتفق ہوکر باطل طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

Scanned with CamScanner

طب وسائنس

بچوں میں موبائل فون کے استعمال کے مضر اثرات

معصوم بچے موبائل فون اور ٹیبلٹ استعمال کرتے دکھائی دیتے ہیں، جنہوں نے بولنا بھی شروع نہیں کیا ہوتا۔ لیکن ماہرینِ نفسیات کا کہنا ہے کہ بچوں میں موبائل فون کے استعمال کی صحیح عمر کا تعین کرنا خود ان کے لیے بہت ضروری ہے۔ بچوں کی نفسیات کے ایک ماہر کا اس بارے میں کہنا ہے کہ بہت چھوٹی عمر میں موبائل اور ٹیبلٹ کا استعمال بچوں کی نشوونما پر منفی اثرات مرتب کرتا ہے اور وہ بہت سی ایسی جسمانی اور ذہنی سرگرمیوں میں ٹھیک سے حصہ نہیں لے پاتے جو زندگی کے اس موقعے پر اُن کے لیے ضروری ہوتی ہیں۔ ان میں تعلیم وتدریس سے لے کر کھیل کود تک متعدد سرگرمیاں شامل ہیں، جنہیں بچوں کی صحت اور سیکھنے کی صلاحیت بہتر بنانے کے لیے ضروری خیال کیا جاتا ہے۔

ایک ماہرِ نفسیات خاتون سائنسداں کہتی ہیں کہ میرے نزدیک بچوں کے لیے موبائل فون اور ٹیبلٹ کا استعمال شروع کرنے کی صحیح عمر 14 سال ہے، لیکن اس کا انحصار بچوں کے طرزِ عمل اور مختلف چیزوں میں دلچسپی سے ہے۔ یہ عمر کا وہ حصہ ہوتا ہے جب بچے بلوغت میں داخل ہو رہے ہوتے ہیں اور فطری طور پر اپنے لیے زیادہ آزادی کا تقاضا کرتے ہیں۔ اس بات کا اظہار وہ اپنے رویے اور عادات میں تبدیلیوں کے ذریعے کرتے ہیں۔ لہذا بچوں کے ہاتھوں میں موبائل دینے سے قبل والدین کو لازمی احتیاط کے سلسلے میں معلومات ضرور حاصل کرنی چاہئے۔ قابل ذکر ہے کہ موبائل فون کا مسلسل استعمال یوں تو ہر عمر کے افراد کے لیے خطرے کا باعث ہوتا ہے۔ مگر بچوں پر اس کے انتہائی مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اب جنوبی کورین ماہرین نے بچوں میں مسلسل موبائل فون استعمال کرنے کا ایک ایسا نقصان بتا دیا ہے کہ آپ یقیناً اپنے بچوں کو فون سے دور رکھیں گے۔ برطانوی اخبار ڈیلی میل کی رپورٹ کے مطابق ماہرین کا کہنا ہے کہ "جو بچے بہت زیادہ موبائل فون استعمال کرتے ہیں، یا فون کو اپنی آنکھوں کے بہت قریب رکھتے ہیں، ان کی آنکھوں میں بھینگا پن آنے کے امکانات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔

ماہرین نے اپنی تحقیق سے نتیجہ اخذ کیا کہ مسلسل فون پر نظر رکھنے سے بچوں کی آنکھیں اندر کی طرف مڑنے لگتی ہیں اور بالآخر وہ بھینگے پن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں ان بچوں کی موبائل فون کی عادت ختم کروائی گئی، جس سے ان کی بھینگے پن کی علامات بھی ختم ہو گئیں۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ صارفین کو مسلسل 30 منٹ سے زیادہ موبائل فون کی سکرین پر نہیں دیکھنا چاہیے۔

تازہ سائنسی خبروں کے مطابق یونیورسٹی آف ایلبنی اور یونیورسٹی پٹسبرگ کے کینسر کے شعبے کے سربراہوں نے امریکی ایوان نمائندگان کی قائمہ کمیٹی کو موبائل فون کے نقصانات سے آگاہ کیا ہے اور تجویز دی ہے کہ جس طرح سگریٹ نوشوں کو سگریٹ نوشی کے نقصانات سے خبردار کیا جاتا ہے، اسی طرح موبائل فون کے استعمال کرنے والوں کو بھی اس کے مضر اثرات سے خبردار کیا جانا چاہیے۔ یونیورسٹی آف ایلبنی کے ڈائریکٹر ہیلتھ ڈیوڈ کارپنٹر نے قائمہ کمیٹی کو بتایا کہ موبائل فون کے استعمال پر مزید ریسرچ کی ضرورت ہے۔

یونیورسٹی آف پٹسبرگ کے کینسر انسٹیوٹ کے ڈائریکٹر رولڈ ہربرمین نے کمیٹی کو بتایا کہ ایسی تمام ریسرچ جو یہ کہتی ہیں کہ موبائل فون کے استعمال کا دماغ میں رسولی پیدا ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ بات درحقیت بہت پرانی ہو چکی ہیں۔ انہوں نے کہا ایسی ریسرچ جو یہ کہتی ہے کہ موبائل کے استعمال اور کینسر میں کوئی تعلق نہیں وہ ہفتے میں ایک بار موبائل کے استعمال کو 'کثرت استعمال' سے تعبیر کرتی ہیں، جبکہ موبائل فون کا استعمال انتہائی بڑھ چکا ہے۔ سائنسدانوں نے کہا کہ وہ یہ کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں کہ موبائل فون کا استعمال خطرناک ہے، لیکن وہ یہ بھی ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ موبائل فون کا استعمال بالکل محفوظ ہے۔ ڈیوڈ کارپنٹر اور ڈاکٹر ہربرمین نے کمیٹی کو بتایا کہ موبائل فون استعمال کرنے والے بچوں میں کینسر کا خطرہ کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

ڈاکٹر کارپنٹر نے کہا کہ اس وقت تک انسان کو موبائل فون کے مضر اثرات سے متعلق اتنی ہی معلومات ہیں جو تیس سال پہلے سگریٹ نوشی اور پھیپھڑوں کے کینسر سے تعلق کے بارے میں تھیں۔ کمیٹی کو یورپ اور خصوصاً سکینڈ نیویا ممالک میں موبائل فون کے استعمال پر ہونے والی ریسرچ سے بھی آگاہ کیا گیا۔ موبائل فون کا استعمال سب سے پہلے ناروے اور سویڈن میں شروع ہوا۔ ان ممالک کی تحقیق کے مطابق موبائل فون سے نکلنے والی شعاؤں کا انسان کی صحت سے رشتہ ضرور ہے۔ سویڈن میں 2008 میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق موبائل کے کثرت استعمال سے کانوں کے قریب کینسر کے پھوڑے بننے کے امکانات کئی گنا بڑھ جاتے ہیں۔ اسی طرح رائل سوسائٹی آف لندن نے ایک پیپر شائع کیا ہے، جس کے مطابق وہ بچے جو بیس سال کی عمر سے پہلے موبائل فون کا استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں ان میں انتیس سال کی عمر میں دماغ کے کیسنر کے امکانات ان لوگوں سے پانچ گنا بڑھ جاتے ہیں، جنہوں نے موبائل کا استعمال بچپن میں نہیں کیا۔

آیئے! اب ہم اختصار کے ساتھ اسمارٹ فونس کی شعاؤں کا سائنسی تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ اسمارٹ فون کی اسکرین سے چمکدار نیلی روشنی خارج ہوتی ہے تاکہ آپ انہیں سورج کی تیز روشنی میں بھی دیکھ سکیں۔ مگر رات میں یہ روشنی دماغ کو الجھن میں ڈال دیتی ہے کیونکہ یہ سورج جیسی چمک کی نقل ہوتی ہے۔ اس کے نتیجے میں دماغ ایک ہارمون میلاٹونین کو بنانا چھوڑ دیتا ہے جو ہمارے جسم کو سونے کے وقت کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، اس طرح اسمارٹ فون کی روشنی نیند کے چکر میں مداخلت کرتی ہے اور سونا مشکل تر ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں سنگین طبی مسائل کا سامنا ہو سکتا ہے جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔ نیچر نیوروسائنسز، ہارورڈ یونیورسٹی اور دیگر جامعات و اداروں کی طبی تحقیقی رپورٹس کے مطابق اسمارٹ فونز سے خارج ہونے والی روشنی نیند کے شیڈول میں تبدیلی کا باعث بنتی ہے جس سے اگلے دن کی یادداشت پر اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ اسمارٹ فونز کی روشنی کے باعث ایک رات کی نیند خراب ہونے سے اگلے دن طالبعلموں کے لیے اپنے اسباق یاد رکھنا مشکل ہو جاتا ہے، جبکہ طویل المیعاد بنیادوں پر نیند پوری نہ ہونے سے اچھی نیند کا حصول لگ بھگ ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کچھ شواہد یہ بھی سامنے آئے ہیں کہ یہ روشنی پردہ چشم کو نقصان پہنچا کر بینائی کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے، جبکہ اس حوالے سے تحقیق کی جا رہی ہے کہ یہ روشنی کہیں آنکھوں میں موتیے کا سبب تو نہیں بنتی۔ مختلف طبی تحقیقی رپورٹس میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ اسمارٹ فونز کی روشنی خارج ہونے سے اگر میلاٹونین کی مقدار متاثر ہو تو نہ صرف ڈپریشن بلکہ موٹاپے کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح رات کو اسمارٹ فون کی روشنی اور نیند متاثر ہونے سے مثانے کے کینسر میں مبتلا ہونے کے خطرے کا تعلق سامنے آیا ہے۔ موبائل فونز کے استعمال کا سب سے بڑا نقصان جسمانی بیماریوں میں اضافہ ہے۔ اس حوالے سے ماہرین طب بھی گاہے بگاہے مختلف مشورے دیتے ہیں اور خطرات سے آگاہ کرتے آرہے ہیں۔ اگر ڈاکٹرز کے مشوروں پر عمل کیا جائے تو موبائل فونز کے بے جا استعمال کی وجہ سے ذہنی دباؤ، پریشانی، دل کی بیماریوں، سر درد، نظر کی کمزوری اور دوسری پوشیدہ بیماریاں سر نہ اٹھائیں۔ مختلف فری کالز اور فری ایس ایم ایس بنڈلز آفرز سے نوجواں نسل ساری ساری رات کالز اور ایس ایم ایس پر لگے رہتی ہیں جس کی وجہ سے نیند پوری نہ ہونے کی صورت میں صحت پر برا اثر پڑتا ہے۔ موبائل کے استعمال سے تعلیم پر گہرا اثر پڑتا ہے، موبائل کمپنیوں کی طرف سے صارفین کے لئے نت نئے اور دلکش پیکجز کو دیکھ کر تو نہ چاہنے والا بھی موبائل فون کو استعمال کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور یہی ان موبائل کمپنیوں کی چال ہوتی ہے کہ جس سے ان کے نیٹ ورک زیادہ سے زیادہ صارفین استعمال کریں۔ مگر ان پیکجز سے ہماری نوجوان نسل پر انتہائی برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ پھر ان نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی کثیر تعداد شعبہ تعلیم سے منسلک ہے۔ تعلیم کے لحاظ سے ان کیلئے موبائل کے استعمال سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ کالجز جہاں موبائل کے استعمال پر کوئی روک ٹوک نہیں پابندی نہیں۔ وہاں طلباء دوران لیکچر ایس ایم ایس یا گیم سے مستفید ہو رہے ہوتے ہیں۔

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

ای ڈی کے سمن کا احترام اور اس کا جواب ضروری۔ سپریم کورٹ

ای ڈی کے سمن سے منسلک سپریم کورٹ نے اہم فیصلہ سناتے ہوئے عدالت کہا ہے کہ منی لانڈرنگ کے معاملے میں اگر کوئی جانچ ہوتی ہے اور ای ڈی کسی کو سمن جاری کرتی ہے تو اس سمن کا احترام کرنا اور جواب دینا لازمی ہے۔ سپریم کورٹ نے پی ایم ایل اے کی دفعہ 50 کی تشریح کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا ہے۔ دراصل پی ایم ایل اے کے سیکشن 50 کے مطابق ای ڈی افسران کے پاس یہ طاقت ہے کہ وہ کسی بھی ایسے شخص کو سمن جاری کر پوچھ تاچھ کے لیے طلب کر سکتے ہیں جن کو وہ اس جانچ کے سلسلے میں طلب کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ ای ڈی یعنی انفورسمنٹ ڈائریکٹوریٹ نے تمل ناڈو میں ایک مبینہ ریت کا نکنی گھوٹالہ کی جانچ کر رہی ہے۔ ای ڈی نے اسی جانچ کے تعلق سے تمل ناڈو کے پانچ ضلع کلکٹر کو سمن جاری کیا تھا۔ تمل ناڈو حکومت نے پانچوں افسران کی طرف سے ای ڈی کے اس سمن کو مدراس ہائی کورٹ میں چیلنج پیش کیا تھا۔ ہائی کورٹ نے سماعت کے بعد ای ڈی کے سمن پر روک لگا دی تھی جس کے بعد ای ڈی سپریم کورٹ پہنچ گئی۔ سپریم کورٹ نے اس کیس میں اپنا فیصلہ صادر کر دیا۔ ای ڈی کی دلیل تھی کہ مدراس ہائی کورٹ کی جانب سے سمن پر روک درست نہیں ہے۔

انتخابات میں پیسے کا غلط استعمال برداشت نہیں کیا جائے گا: چیف الیکشن کمشنر

چیف الیکشن کمشنر راجیو کمار نے لوک سبھا انتخابات کی تیاریوں کا جائزہ لینے کے لئے تمل ناڈو کا دورہ کیا۔ دریں اثنا، انہوں نے چنئی میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی جماعتوں کو اپنے انتخابی منشور میں وعدے کرنے کا حق ہے۔ اسی طرح ووٹروں کو بھی پارٹیوں کی طرف سے کی گئی یقین دہانیوں کی تکمیل کے بارے میں جاننے کا مکمل حق ہے۔ اس دوران چیف الیکشن کمشنر نے نافذ کرنے والے اداروں کو چوکس رہنے اور نقد رقم اور مفت تقسیم روکنے کی ہدایت بھی کی۔ انہوں نے کہا، ''الیکشن کمیشن بہت سنجیدہ ہے اور تمام ڈسٹرکٹ کلکٹرز اور تمام انفورسمنٹ ایجنسیوں کو کہہ دیا گیا ہے کہ ہم کرپشن فری الیکشن چاہتے ہیں۔ ہم آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات چاہتے ہیں۔ لالچ سے پاک ہمارا مطلب ہے کہ انتخابات میں پیسے کا غلط استعمال برداشت نہیں کیا جائے گا۔

مارچ میں نافذ ہو سکتا ہے سی اے اے

شہریت ترمیمی قانون (سی اے اے) کو جلد ہی ملک میں نافذ کیا جا سکتا ہے۔ ذرائع کے مطابق لوک سبھا انتخابات کے لئے ماڈل کوڈ آف کنڈکٹ جاری ہونے سے پہلے وزارت داخلہ کسی بھی وقت CAA قوانین کو نوٹیفائی کر سکتی ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ مارچ کے پہلے ہفتہ میں سی اے اے نافذ کرنے کی تیاری ہے۔ وزیر داخلہ امیت شاہ کہہ چکے ہیں کہ سی اے اے سے کسی کی شہریت نہیں جائیگی۔ بلکہ سی اے اے کے اصول کے ذریعے افغانستان، پاکستان اور بنگلہ دیش سے ہندوستان آنے والی اقلیتوں کی ہندوستانی شہریت کی درخواستوں کو یقینی بنایا جائے گا۔ CAA کے تحت مرکز کی مودی حکومت بنگلہ دیش، پاکستان اور افغانستان میں ستائے ہوئے غیر مسلم تارکین وطن ہندو، سکھ، جین، بدھ، پارسی اور عیسائی - جو 31 دسمبر 2014 تک ہندوستان آئے تھے، کو ہندوستانی شہریت فراہم کرنا چاہتی ہے۔ چار سال سے زیادہ کی تاخیر کے بعد سی اے اے کے نفاذ کے لئے قوانین بنائے جانے ضروری ہیں۔ عہدیداروں نے کہا کہ قوانین تیار ہیں اور آن لائن پورٹل بھی تیار ہے، کیونکہ پوری کارروائی آن لائن ہوگی اور درخواست دہندگان اپنے موبائل فون سے بھی درخواست دے سکتے ہیں۔ درخواست دہندگان کو وہ سال بتانا ہوگا جس میں وہ سفری دستاویزات کے بغیر ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ درخواست دہندگان سے کوئی دستاویزات نہیں مانگے جائیں گے۔

Volume:64/74,Issue:10 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF, PATNA-801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

تلاطم بحر میں، کشتی بھنور میں، موج میں شورش
عجب عنوان سے اب ناخدا کی آزمائش ہے
(حکیم اورنگ آبادی)

معاشرتی اصلاح میں دارالقضاء کا کردار

مولانا محمد انظار عالم قاسمی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت ورہبری کے لئے جو شریعت نازل کی ہے وہ کامل ومکمل ہے اور زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے پانچ حصے بنائے ہیں: (۱) **اعتقادات**: یعنی عقیدۂ توحید، رسالت، آخرت، جنت، دوزخ وتقدیر وغیرہ درست ہونا چاہئے۔ (۲) **عبادات**: یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ فرائض کی پابندی ہونی چاہئے (۳) **معاملات**: یعنی خرید وفروخت، تجارت کے معاملات اللہ کے حکم کے مطابق ہوں، ناجائز اور حرام طریقہ پر نہ ہوں (٤) **معاشرت**: یعنی باہمی میل جول، رہن سہن کے طریقے، نکاح، متعلقات نکاح (نفقہ، مہر، عدت، نفقہ عدت، طلاق وخلع وصلح) والدین اور اولاد کے حقوق کی ادائیگی، میراث، وصیت وغیرہ اہم امور میں اللہ کے احکام پیش نظر رہیں (۵) **اخلاقیات**: یعنی باطنی اخلاق، خیالات درست ہوں، نیز ایک دوسرے کی عزت، حسن سلوک، ایثار وہمدردی کا جذبہ ہو۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ انسان مختلف قسم کے حالات سے متاثر ہوتا رہتا ہے، جہاں اس میں محبت والفت، ہمدردی، رواداری کا جذبہ موجود ہے وہیں اس میں مقابلہ آرائی، جھگڑا، لڑائی اور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے، ایسی صورت میں جھگڑے، فساد، ضد وعناد، باہمی نفرت کا دروازہ کھلتا ہے۔

شریعت مطہرہ میں دونوں طرح کے حالات ومواقع کے احکام دیئے گئے؛ اسلامی زندگی سراپا قانونی زندگی ہے، مذہب اسلام مسلمانوں کے لئے ایسا مکمل قانون ہے کہ مسلمان کی زندگی کا کوئی مرحلہ اس کے احاطہ سے باہر نہیں ہے، بلکہ اس کی زندگی کا ہر مرحلہ قانونی بندھن سے بندھا ہوا ہے۔

چنانچہ اسلامی قوانین کا ایک ممتاز اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ اسلام کے ماننے والے عدل وانصاف کو قائم کریں اور ان کا جو فیصلہ ہو اس کی بنیاد عدل وانصاف ہی ہو، اللہ نے فرمایا "یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ الخ" (النساء (اے ایمان والو انصاف پر قائم رہنے والے، اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو، اگر چہ اپنی ہی ذات کے خلاف ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اِنَّ الْمُقْسِطِیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰی مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ یَمِیْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ وَکِلْتَا یَدَیْهِ یَمِیْنٌ" (مسلم) (بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اللہ کے دائیں جانب اور اللہ کا دونوں ہاتھ دایاں ہے)

عدل وانصاف کے قیام اور اس پر مبنی فیصلہ کے نفاذ واجراء کے لئے عملی طور پر نظام قضاء کا قیام اس قدر ضروری ہے کہ نہ تو اس سے دامن بچایا جاسکتا ہے اور نہ اس سے قطع نظر کیا جاسکتا ہے، نظام قضاء کی حیثیت حضرت عمرؓ کے الفاظ میں فریضۂ محکمہ ہے، یعنی اس کا قیام واجب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی فریضۂ قضا کے لئے مامور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد خداوندی تھا "فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" (المائدة:) (تو ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے مطابق فیصلہ فرمادیجئے)

اسلامی زندگی اور نظام قضاء دونوں ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وابستہ ہیں کہ ایک مسلمان کا بچہ جس وقت ماں کے پیٹ سے اس کی آغوش میں آتا ہے اور پہلی سانس لیتا ہے، نظام قضاء کا تعلق اسی وقت سے ہوجاتا ہے اور زندگی کی آخری سانس تک تعلق باقی رہتا ہے، اسی بناء پر مسلمانوں کے لئے ہر جگہ جہاں وہ رہتے ہوں، نظام قضا کا قیام ضروری ہے، جہاں اسلامی حکومت نہ ہو وہاں بھی اسلام کا قانون ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک شخص کو جو اہل ہو متفق ہو کر اپنا والی وامیر بنائیں اور وہ امیر ان کے لئے قاضی کا تقرر کرے یا خود وہ امیر معاملات کا تصفیہ کرے، بلکہ وہ مقامات جہان امیر نہ ہو تو فقہی حیثیت سے مسلمانوں کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ باہم اپنی رضامندی سے کسی ایسے شخص کو جو قضا کی خدمت انجام دے سکتا ہو اپنے لئے قاضی بنالیں۔

اس ملک میں مسلم دور حکومت میں قضا کا سلسلہ جاری رہا، جو انگریزوں کے تسلط کے بعد معطل کردیا گیا، اس نظام کی تعطلی کے بعد بھی ہندوستان کے اکابر علما نظام قضا کے قائم کرنے کا فتویٰ دیتے رہے، پھر حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرعی اور سماجی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے دارالقضاء کے قیام کو اولین درجہ دیا اور امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے بہار کے مختلف علاقوں میں عملی طور پر دارالقضاء قائم کئے، پھر بعد کے امراء شریعت نے اس نظام کی توسیع کی، خصوصاً امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلا فرمان اس نظام کی توسیع کا جاری کیا، آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ نے بھی اول دن سے اس پر توجہ کی اور اجلاس جے پور اور کولکاتا میں پورے ملک کے اندر دارالقضاء کے نظام کو پھیلانے کی تجویز پاس کی اور اس کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا گیا، چنانچہ بورڈ کے تحت حسب سہولت پورے ملک میں دارالقضاء کا قیام عمل میں لایا جارہا ہے، موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب مدظلہ العالی نے بھی توسیع دارالقضاء پر اول دن سے بہت زیادہ توجہ دینی شروع کیا اور الحمد للہ بہت کم وقت (تقریباً آٹھ مہینہ) میں ۱۰ر دارالقضاء قائم فرمایا، اس وقت امارت شرعیہ کی ماتحتی میں ۸۱ر مقامات پر دارالقضاء قائم ہیں، قضا کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر حضرت امیر شریعت مدظلہ نے یہ ہدف متعین فرمایا ہے کہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ اور بنگال کے ایک لاکھ مسلم آبادی پر ایک دارالقضاء قائم کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

دارالقضاء کے ریکارڈ میں بعض بڑے بڑے مسلم ججوں کے معاملات کے فیصلے بھی محفوظ ہیں اور انہوں نے قانون اسلامی کی بالادستی اور اس کا احترام کرتے ہوئے دارالقضاء کے فیصلوں کو تسلیم کیا، اسی طرح بہت سارے مقدمات جن کے فیصلے دارالقضاء سے ہوئے، ان کو سرکاری عدالتوں میں چیلنج کیا گیا، بحمد للہ سرکاری عدالتوں نے ان فیصلوں کو برقرار رکھا، دارالقضاء سے کم خرچ اور کم مدت میں شرعی فیصلے لوگوں کو ملتے رہے ہیں، اس طرح مسلمانوں کے بہت سے اندرونی اور بیرونی جھگڑے دارالقضاء کے ذریعہ طے پاتے رہے ہیں اور دارالقضاء کے ذریعہ جہاں مسلمانوں کو ان کے باہمی تنازعات کا حل اور شرعی فیصلہ قانون شریعت کی روشنی میں ایک مسلم قاضی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اور اس سے ان کا ایمان محفوظ رہتا ہے، وہیں قانون شریعت کی حفاظت بھی ہوتی ہے، نیز بہت سارے مفاسد کا سد باب ہوتا ہے۔

نظام قضا ہی کے ذریعہ مظلوموں کے ساتھ انصاف ہوتا ہے، حقداروں کو ان کے حقوق ملتے ہیں، یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے، اسی کے ذریعہ عدل وانصاف کا اظہار ہوتا ہے اور ظلم وجبر، حق تلفی وزیادتی کا خاتمہ ہوتا ہے، انہی مقاصد کے تحت انبیاء کرام اس دنیا میں بھیجے گئے اور خلفاء راشدین نیز ماضی کے قضاۃ المسلمین اس کام میں مشغول ہوئے، اسلام میں قضا کی ایک روشن وتابناک تاریخ ہے جس میں حاکم ومحکوم، بادشاہ ورعایا، طاقتور اور کمزور، دولت مند وغریب کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا گیا۔

قضا کی اہمیت صرف اس حیثیت سے نہیں کہ مسلمانوں کی معاشرتی زندگی میں اس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، بلکہ اس نظام قضا کی سب سے بڑی اہمیت اس نقطۂ نگاہ سے ہے کہ قرآن مجید کی نص قطعی کی بناء پر مسلمانوں کا کافر حاکم اور کافر عدالت کے سامنے اپنے معاملات کے تصفیہ کے لئے از خود جانا شرعاً ممنوع ہے، اللہ کا ارشاد ہے "اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْا اِلَی الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ وَیُرِیْدُ الشَّیْطَانُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِیْدًا" (النساء:) (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی، اپنے مقدمات شیطان کے پاس لے جانا چاہتے ہیں، حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا کہ اس کو نہ مانیں اور شیطان ان کو بھٹکا کر بہت دور لے جانا چاہتا ہے)

اس آیت سے واضح ہے کہ مسلمانوں کے لئے اپنے مقدمات کو غیر مسلم حاکم اور غیر مسلم عدالت میں لے جانا، سراسر ضلالت ہے، معصیت ہے اور ایسا گناہ ہے جس سے ان کو روکا گیا ہے۔

ساتھ ہی اللہ نے رہنمائی فرمائی کہ اپنے تنازعات ومعاملات میں اللہ ورسول کی طرف رجوع کرو، چنانچہ حکم خداوندی ہے: "اے ایمان والو تم اللہ کا کہا مانو، رسول کا کہا مانو اور تم میں جو امیر ہیں ان کا بھی، پھر اگر تم کسی معاملہ میں باہم اختلاف کرنے لگو تو اس معاملہ کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالہ کردو اگر اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ سب باتیں بہتر ہیں اور ان کا انجام اچھا ہے" (النساء:۵۹) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے شریعت کے مطابق حکم کو بلا چوں وچرا تسلیم کرلینے کو جزو ایمان قرار دیا ہے، اللہ کا ارشاد ہے "پھر قسم ہے آپ کے رب کی کہ لوگ ایماندار ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرائیں پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور پورے طور پر تسلیم کرلیں" (النساء:٦۵)

لہذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے تمام معاملات وتنازعات دارالقضاء میں پیش کرے، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے آگے اپنا سر جھکائے، نفس امارہ (جو کہ ہمیشہ بری باتوں کا حکم دیتا ہے) کے حکم پر نہ چلے، اسی طریقہ میں امن وسلامتی بھی ہے، رضائے الٰہی بھی ہے، اور تمام زیرباری، پریشانی، بے عزتی اور ذلت ورسوائی سے راحت ونجات بھی ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُسْتَعَانُ، وَاِلَیْهِ حُسْنُ الْمَآبِ۔

○ ☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس ایپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168, Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ (**محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-04/03/2024, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/8 روپے ششماہی -/250 روپے سالانہ -/400 روپے

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 8434419421

Scanned with CamScanner